﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد22 | جمعۃالمبارک17اپریل 2015ء | 27/جمادی الثانی 1436 ہجری قمری ❁ 17/شہادت 1394 ہجری شمسی | شمارہ16

گھر میں نمازگاہ

حضرت عتبان بن مالکؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا کہ میری بینائی کمزور ہے میں اپنی قوم کونماز پڑھاتا ہوں جب بارش ہوتی ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان وادی پانی سے بھر جاتی ہے اور میں مسجد تک نہیں جاسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے گھر تشریف لائیں اور وہاں نماز پڑھائیں جسے ہم نمازگاہ بنالیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سورج بلند ہونے کے بعد تشریف لائے اور دو رکعات باجماعت نماز پڑھائی۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فی البیوت حدیث نمبر 407)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ’خدمتِ انسانیت‘ کو شرائطِ بیعت میں رکھا ہے۔

ہماری جماعت کا یہ ایک خصوصی امتیاز ہے کہ ہر عمل کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کو خوش کرنا اور اس کی رضا حاصل کرنا۔ جماعت احمدیہ مسلمہ کی یہی حقیقی روح ہے جس کو براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’انسانیت سے محبت‘ کا تعلق روحانیت کے ساتھ جوڑا ہے اور فرمایا ہے کہ دوسروں سے پیار کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات اور رحمتیں سمیٹنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے

یہ مذہب ہی ہے جس نے ہمیں خدمتِ انسانیت کی قدر و اہمیت کی تعلیم دی ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے ہمیں سکھایا ہے کہ دوسروں کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ درحقیقت مذہب بذاتِ خود ہیومینٹی فرسٹ کے مقاصد کے لئے ایک بنیادی محرّک ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہیومینٹی فرسٹ خودمختار ہونی چاہئے اور مذہب سے آزاد ہونی چاہئے بالکل غلط ہے

ہیومینٹی فرسٹ کے ہر ممبر کو یاد رکھنا چاہئے کہ صرف دعا اور دعا ہی کے نتیجہ میں اس کی کوششیں بابرکت ہوں گی

ہیومینٹی فرسٹ انٹرنیشنل کی پہلی دو روزہ کانفرنس کے موقع پر 24 جنوری 2015ء بروز ہفتہ
حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انگریزی زبان میں فرمودہ بصیرت افروز خطاب کا اردو مفہوم

تشہد اور تعوذ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے الحمدللہ آج اور کل ’ہیومینٹی فرسٹ‘ اپنی انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد کررہی ہے اور میرے خیال میں اتنے وسیع پیمانے پر یہ ان کی پہلی کانفرنس ہے۔ میں امید کرتا ہوں اور میری دعا ہے کہ یہ تقریب نہایت نتیجہ خیز اور فائدہ مند ثابت ہو۔ اور جو حکمتِ عملیاں اور منصوبہ جات آپ یہاں بنارہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو انہیں عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
مجھے یہ بھی امید ہے اور میری دعا ہے کہ ’ہیومینٹی فرسٹ‘ میری توقعات پر پورا اترنے والی ہو (انشاء اللہ)۔ اور میری توقعات وہی ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی جماعت کے افراد سے تھیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بے شمار مواقع پر انسانیت کی خدمت کی ضرورت کے متعلق بیان فرمایا اور تحریر فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس حوالہ سے توقعات واقعی بہت زیادہ تھیں اور یہ چیز اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ’خدمتِ انسانیت‘ کو شرائطِ بیعت میں رکھا ہے۔ چنانچہ شرائط بیعت میں سے نویں شرط یہ ہے کہ:

”عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا“۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء ۔ مجموعۂ اشتہارات جلداوّل صفحہ 190 اشتہار نمبر48)

پس ہر احمدی کے دل میں دوسروں کی خدمت کرنے کی قدر اور اہمیت نقش ہوجانی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بہت سی استعدادوں اور قابلیتوں سے نوازا ہے۔ پس انسان کا فرض ہے کہ وہ ان خداداد استعدادوں کو دوسروں کی مدد کے لئے، بالخصوص ضرورتمندوں کی مدد کے لئے استعمال کرے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ وہ دوسروں کی خاطر اپنی قابلیتوں اور مہارت کو استعمال کرے۔ مثال کے طور پر ڈاکٹرز اپنی طبّی خدمات پیش کرسکتے ہیں، اساتذہ تعلیم فراہم کرسکتے ہیں، انجینئرز بھی اپنے فن کی مہارت پیش کرسکتے ہیں جبکہ وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے وہ دوسروں کے لئے اپنی دولت خرچ کرسکتے ہیں اور انہیں کرنی بھی چاہئے۔ یہ تو چند ایک مثالیں ہیں ورنہ اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
جہاں تک مالی قربانی کا تعلق ہے تو مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں کی کثیر تعداد ہے جو بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کرتی ہے اور اس مقصد کے لئے اپنا وقت اور اپنی کوششیں صرف کرتے ہیں۔ یہ بات عہدیداروں اور رضاکاروں دونوں میں پائی جاتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
غیراحمدی اکثر یہ سن کر حیران ہوتے ہیں کہ مختلف پیشہ ور احمدی احباب دنیا کے پسماندہ ترین علاقوں تک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا پیار حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ وہ یہ سن کر مزید حیران ہوتے ہیں کہ یہ لوگ ایک پیسہ تک فضول ضائع نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض تو اپنے سفر کے اخراجات بھی خود ہی برداشت کرتے ہیں اور بغیر کسی اُجرت کے اپنا وقت، مہارت اور خدمات پیش کرنے کو ایک اعزاز سمجھتے ہیں۔ یہ سب اُسی روح کے نتیجہ میں ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت میں پیدا فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت سے مواقع پر اپنے پیروکاروں کو دوسروں کی خدمت اور ان کے درد کے احساس کی اہمیت کے متعلق نصائح فرمائی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”دین کے دو ہی کامل حصے ہیں۔ ایک خدا سے محبّت کرنا اور ایک بنی نوع سے اس قدر محبّت کرنا کہ اُن کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھ لینا اور ان کے لئے دعا کرنا“۔

(نسیم دعوت۔ روحانی خزائن جلد19 صفحہ 464)

پس اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت احمدیہ مُسلمہ کی ایک خوبصورت امتیازی خاصیت کو بیان فرمایا ہے جو شاذ و نادر ہی کہیں اور دیکھنے کو ملے گی۔ یعنی احبابِ جماعت دوسروں کی خدمت کرتے ہوئے صرف اپنی دولت اور اپنے فن پر ہی انحصار نہیں کرتے بلکہ انسانی کوششوں کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اس سے مدد اور نصرت بھی مانگتے ہیں۔ وہ دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہمدردی، محبت اور بنی نوع انسان کے ساتھ پیار کے حقیقی جذبہ کے ساتھ خدمت کی توفیق عطا کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں کہ ان کے اندر بے غرض روح پیدا ہو جائے تا کہ وہ دوسروں کے دکھ اور محرومیوں کو اپنے دکھ اور محرومیاں سمجھ سکیں۔ وہ دعائیں کرتے ہیں کہ وہ دوسروں کی تکالیف اور دکھ درد مٹانے کے قابل ہو جائیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بہت سے رضا کار افریقہ کے دور دراز علاقوں میں یا قدرتی آفات سے متاثرہ ممالک میں جانے سے پہلے میرے پاس آتے ہیں یا مجھے دعا کے لئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت ڈالے۔ پس جیسا کہ میں نے کہا ہماری جماعت کا یہ ایک خصوصی امتیاز ہے کہ ہر عمل کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کو خوش کرنا اور اس کا قرب حاصل کرنا۔ جماعت احمدیہ مسلمہ کی یہی حقیقی روح ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہ راست قائم فرمایا۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو سکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا وقت یا اپنی زندگی وقف کرنے کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کی جائے اور اس کے ساتھ پیار سے پیش آیا جائے۔

(ماخوذ از آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد5 صفحہ 60)

اور اس قسم کا وقف تقاضا کرتا ہے کہ انسان مکمل طور پر بے غرض ہو جائے اور دوسرے انسانوں سے حقیقی پیار کرے۔ یہ وقف تقاضا کرتا ہے کہ آدمی اس وقت تک آرام نہ کرے جب تک کہ وہ دوسروں کے مسائل کو حل نہ کر لے اور دوسروں کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر نہ ڈال لے۔ یہ تقاضا کرتا ہے کہ انسان کا دل دوسروں کی محبت سے اس قدر پُر ہو جائے کہ اُسے اپنے آرام کا خیال نہ رہے بلکہ ہمیشہ اُسے دوسروں کے آرام کی فکر رہے۔ یہ تقاضا کرتا ہے کہ انسان اپنے ہر قسم کے دکھ اور تکلیف کو دوسروں کی خاطر بھول جائے اور دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھنے لگے۔ یہ تقاضا کرتا ہے کہ انسان اپنی ذات کو پہنچنے والی ہر تکلیف اور پریشانی کو برداشت کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہے تا دوسرے لوگ امن اور سکون کے ساتھ رہ سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار فرمایا ہے کہ آپ علیہ السلام کے مرید دوسروں کی خاطر اپنی تمام خداداد صلاحیتوں کو استعمال کریں۔ آپ علیہ السلام نے یہاں تک فرمایا کہ میرے ماننے والوں کو چاہئے کہ ہر قسم کے مذہبی اختلافات کو ایک طرف رکھ کر اپنے مخالفین کی مدد کرنے اور انہیں آرام پہنچانے کی کوشش کریں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد1 صفحہ 8 و ملفوظات جلد7 صفحہ 232۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس یہ ہے وہ معیار اور مقام جو احمدی مسلمانوں کو حاصل کرنا چاہئے جس کے مطابق وہ اپنے تمام اختلافات ایک طرف رکھ کر ہمیشہ دوسروں کی مدد کے لئے تیار رہیں قطع نظر اس کے کہ ان کا تعلق کہاں سے ہے۔ جب کوئی شخص یہ معیار حاصل کر لیتا ہے تو تب ہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ حقیقی روح کے ساتھ انسانیت کی خدمت کر رہا ہے۔ یقیناً یہی وہ روح تھی جس کی بنیاد پر اس تنظیم کا نام ’ہیومینٹی فرسٹ‘ رکھا گیا تھا یعنی انسانیت سب سے مقدّم ہے اور ذاتی راحت و آرام ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ شخص جس کا تعلق ہیومینٹی فرسٹ سے ہے خواہ وہ اس کی انتظامیہ میں سے ہے یا کارکنان ہیں یا رضا کار ہیں انہیں اس فلسفہ اور اس روح کو سمجھنا چاہئے۔ ہر ایک ممبر کو اپنی صلاحیتیں اور قابلیتیں دوسروں کی خاطر استعمال کرنی چاہئیں اور ایسے ضرورتمندوں کو جو کسی بھی رنگ میں محروم ہیں انہیں آرام اور سکون مہیا کرنے کے لئے ہر وقت کسی بھی قسم کی تکلیف، مشقّت اور قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اس کے بدلہ میں انہیں کسی دنیاوی انعام کی تلاش نہیں ہونی چاہئے بلکہ ان کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کا حصول ہونا چاہئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

دوسروں کی خدمت کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’انسانیت سے محبت‘ کا تعلق روحانیت کے ساتھ جوڑا ہے اور فرمایا ہے کہ:

”نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے“۔

(ملفوظات جلد8 صفحہ 102۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس کون احمدی مسلمان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ان رحمتوں اور نعمتوں سے محروم کرنا چاہے گا؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس ان باتوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مَیں ہیومینٹی فرسٹ کے تمام ممبران سے کہتا ہوں خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں رہتے ہوں یا کام کرتے ہوں کہ وہ اپنے فرائض اخلاص کے ساتھ اور دوسروں کے لئے دلی محبت رکھتے ہوئے سر انجام دیں۔ آپ لوگوں نے صرف اپنے کام کے موجودہ معیار کو برقرار ہی نہیں رکھنا بلکہ ہمیشہ اپنی کوششوں میں اضافہ کرتے چلے جانا ہے اور ہیومینٹی فرسٹ کے اچھے نام اور اچھے کام میں مزید بہتری پیدا کرتے چلے جانا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ہیومینٹی فرسٹ کے کاموں کے ذریعہ آپ کا غیر احمدیوں سے بھی واسطہ ہوگا اور آپ انہیں انسانیت کی خدمت کی طرف لے کر آئیں گے۔ پس اس طرح آپ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر رہے ہوں گے اور انہیں خدا تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنے والا بھی بنا رہے ہوں گے۔ پس آپ لوگوں کو اپنے عمل اور اخلاص کے اعلیٰ ترین معیار قائم رکھنے ہوں گے اور دوسروں کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ بننا ہوگا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ایک اور بات مَیں کہنا چاہوں گا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہیومینٹی فرسٹ کو مذہبی فرائض سے مکمل طور پر علیحدہ رکھنا چاہئے۔ مَیں ان پر یہ واضح کر دوں کہ یہ مذہب ہی ہے جس نے ہمیں خدمتِ انسانیت کی قدر و اہمیت کی تعلیم دی ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے ہمیں سکھایا ہے کہ دوسروں کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ درحقیقت مذہب بذاتِ خود ہیومینٹی فرسٹ کے مقاصد کے لئے ایک بنیادی محرّک ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہیومینٹی فرسٹ خود مختار ہونی چاہئے اور مذہب سے آزاد ہونی چاہئے بالکل غلط ہے۔ بعض خاص مواقع تو ہو سکتے ہیں جہاں عارضی طور پر حقوق العباد کو حقوق اللہ سے پہلے رکھا جائے۔ مثال کے طور پر اگر ایک انسان ڈوب رہا ہے تو انسان کو اجازت ہے کہ وہ ڈوبنے والے کو بچانے کے لئے اپنی نماز کو مؤخّر کر لے لیکن تمام کارکنان اور عہدیداروں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس قسم کی اجازت غیر معمولی حالات کے لئے ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ دن بدن آپ کی توجہ دعا اور نماز سے ہٹ جائے۔ آپ کو یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسانیت کی خدمت بھی عبادت ہے۔ اس لئے صرف رفاہی کام کر لینا ہی کافی ہے۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ نے بعض حقوق اپنے بھی رکھے ہیں۔ پس ہمیں ان کی ادائیگی کی طرف ہمیشہ توجہ دینی چاہئے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ یہ ہمارا خاص امتیاز ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ پس حقوق اللہ کی ادائیگی کی بھی بہت زیادہ اہمیت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پر بھی بہت زور دیا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ہیومینٹی فرسٹ کے ہر ممبر کو یاد رکھنا چاہئے کہ صرف دعا اور دعا ہی کے نتیجہ میں اس کی کوششیں بابرکت ہوں گی۔ ہر قسم کے مثبت نتائج صرف اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی خاطر انسانیت کی خدمت کریں اور پھر اسی کے آگے جھکیں تو ہم ہر دو حقوق یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کر رہے ہوں گے۔ اور اس طرح ہم اللہ تعالیٰ کے بے شمار اَفضال اور انعامات حاصل کرنے والے بن جائیں گے جبکہ ایک دنیاوی شخص کو تو صرف اس کی ظاہری جسمانی کوششوں کا بدلہ ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری کوششوں میں ہمیشہ برکت پڑتی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہمیشہ برکت پڑتی رہے گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آخر پر دعا دیتے ہوئے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہیومینٹی فرسٹ کے پاس جو فنڈز مہیا ہیں اُن کی نسبت وہ کہیں زیادہ کام کر رہی ہے۔ دوسری رفاہی تنظیمیں اتنی رقم سے ہیومینٹی کے کاموں کا دس فیصد بھی نہیں کر سکتیں۔ آپ کو ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمتوں کا نتیجہ ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ہیومینٹی فرسٹ کو مزید ترقیات عطا فرمائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بنی نوع انسان سے محبت اور اخلاص کی جو روح ہمارے اندر پیدا کی ہے اور جس کی ہمیں تعلیم دی ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو اسی جذبہ کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اردو ترجمہ: رشید احمد، مربی سلسلہ)

زاغرب (کروشیا) کے کلچر انفارمیشن سینٹر میں تبلیغی پروگرام

(رپورٹ: زبیر خلیل خان۔ کروشیا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 14 تا 18 مارچ 2015ء جماعت احمدیہ کروشیا کو دارلحکومت زاغرب کے کلچرل انفارمیشن سینٹر میں اٹھارہ Roll Ups پر مشتمل اسلام احمدیت کی تعارفی نمائش لگانے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔ اس نمائش کے پورے دورانیہ میں خوب رونق رہی اور جماعت کا تعارف ہوتا رہا اور جماعت کی تعلیمات کو پسند بھی کیا جاتا رہا۔

اس نمائش کے افتتاحی پروگرام کی صدارت کروشین ممبر آف پارلیمنٹ مسٹر پانڈک نے کی۔ قرآن کریم کی تلاوت اور آیات کریمہ کے ترجمہ کے بعد جماعت کے تعارف پر مبنی ایک ویڈیو دکھلائی گئی۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے ایک لیکچر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جرمنی سے تشریف لانے والے مہمان محترم محمد لقمان صاحب نے **”گوئٹے اور اسلام“** کے موضوع پر انتہائی عمدہ اور پُرمغز لیکچر دیا۔ اس پروگرام میں کُل 53 مہمانوں نے شرکت کی۔

اپنے صدارتی خطاب میں کروشین ممبر پارلیمنٹ مسٹر پانڈک نے پروگرام کی تعریف کی اور اس امر کا اقرار کیا کہ ان کا گوئٹے کے بارہ میں اگرچہ کافی مطالعہ ہے لیکن آج کا لیکچر سننے کے بعد ان کے علم میں بہت اضافہ ہوا ہے۔

اختتامی تقریب کی صدارت کروشیا میں بچوں کے بارہ میں لکھاری خاتون Ms Karmen نے کی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے بوزنین زبان کی لکھاری احمدی خاتون محترمہ فخریہ صاحبہ نے **”اسلام میں عورت کا مقام“** پر بہت عمدہ لیکچر دیا۔ اس پروگرام میں 71 مہمانوں نے شرکت کی۔ زیادہ تعداد یونیورسٹی کی طالبات کی تھی۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس پروگرام کی پبلسٹی بھی خوب ہوئی۔ نیشنل اخبار SATA 24 کے علاوہ، پولیٹیکل فیکلٹی یونیورسٹی زاغرب، انٹرنیشنل ویمن کلب زاغرب اور کلچرل انفارمیشن سینٹر نے اپنی اپنی ویب سائیٹس پر پروگرام کا خوب چرچا کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر سعی کو قبول فرماتے ہوئے کروشیا میں مضبوط اور مستحکم جماعت قائم فرما دے۔ آمین

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات، گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر345

مکرمہ یمنہ کامل صاحبہ(1)

مکرمہ یمنہ کامل صاحبہ لکھتی ہیں:

میرا تعلق مراکش سے ہے لیکن کئی سالوں سے میں اپنے خاوند کے ساتھ فرانس میں رہ رہی ہوں۔میری بیعت کو پانچ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔

بیعت سے قبل معاشرے کے دیگر مسلمانوں کی طرح میرا اسلام بھی بعض ظاہری احکام کے علم اوران کی حقیقی روح سے عاری تطبیق سے عبارت تھا۔یہ درست ہے کہ ہمارے معاشرے میں مذہب کا ذکر تو بکثرت ہوتا تھا اور یونیورسٹی کی تعلیم کے دوران بھی بظاہر ہر سطح پر دینی پہلو نمایاں رہتا تھا لیکن ہمارے معاشرے میں پھیلا ہوا یہ دین عجیب وغریب امور کا مجموعہ بن کے رہ گیا تھا۔شدت پسندی، نفرت اور دہشت اس کے نمایاں عناصر بن چکے تھے۔ ہر وقت عذاب قبر اور مخالف موقف رکھنے والوں کی تکفیر کے فتاویٰ نیز مرتد کا قتل اور مخالف عقیدہ رکھنے والے کا مقاطعہ، بلکہ غیر مسلم کے ساتھ محض اسکے مسلمان نہ ہونے کی بناء پر جنگ جیسے امور نہ صرف روزمرہ دُہرائے جاتے بلکہ عین اسلام سمجھے جاتے تھے۔

علاوہ ازیں شعبدہ بازی، تعویذ گنڈے اور جادو جیسے امور کی بھی ہمارے معاشرہ میں اس قدر بھرمار تھی کہ کھانے پینے کی دکانوں کے بالمقابل جادوٹونے کا اثر زائل کرنے کے دعویداروں کی دکانیں کھلی ہوئی تھیں جن پر روزانہ سینکڑوں نہیں تو بیسیوں مسلمان ضرور جاتے تھے کیونکہ ان دکانوں کو چلانے والوں کی اکثریت فقہاء اور آئمۂ مساجد کی تھی بلکہ ان میں سے بعض تو حافظ قرآن بھی تھے۔ ان عجیب وغریب امور کو عقائد سمجھ کر ہم سالہا سال سے اسی طرح ہی سیکھتے چلے آرہے تھے اور پوری قوم ہی شدت پسندی، انحراف اور شعبدہ بازی کی راہ پر چل نکلی تھی۔

منزلِ نجات کی تلاش

میں بھی اسی معاشرہ کا حصہ تھی تاہم ایمان کی لذّت وحلاوت کے حصول کے لئے نماز پڑھتی، روزے رکھتی اور باقاعدگی سے تلاوتِ قرآن کریم کرتی لیکن میرے یہ اعمال محض ظاہری حرکات سے عبارت تھے جو محض آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے ادا کئے جاتے تھے۔

تقرب الی اللہ کے معاملہ میں سستی پر میرا ضمیر اکثر مجھے ملامت کرتا جس کی بنا پر میرے دل میں یہ خواہش جوش مارنے لگتی کہ کاش کوئی ایسا راہنما ہو اور کوئی ایسا راستہ ہو جس پر چل کر منحرف معاشرے کے برے اثرات سے بچتے ہوئے منزلِ نجات تک رسائی ممکن ہو جائے۔

یہ 90ء کی دہائی کے آخری چند سالوں کی بات ہے جب بکثرت ٹی وی چینلز کھلے اور پھر دنیا جہان کی اچھائیاں اور برائیاں بغیر اجازت ہر گھر میں داخل ہونے لگیں، اور لوگ ان ٹی وی چینلز سے فائدہ کم اور ضرر زیادہ اٹھانے لگے۔میرے اس سفر کی داستان کا اکثر حصہ بھی ایک رنگ میں ٹی وی چینلز کے فائدہ کے ذکر سے عبارت ہے۔

میدان میں کوئی نہیں!

ہم ویسے تو مستقل طور پر فرانس میں رہتے ہیں تاہم سال میں ایک بار اپنے اہل خانہ سے ملنے اور چھٹیاں گزارنے کے لئے مراکش جاتے ہیں۔

2006ء میں جب ہم مراکش گئے تو ہمیشہ کی طرح اپنے آبائی گھر میں قیام کیا جہاں روزانہ میرے بہن بھائی اپنی اولادوں کے ساتھ جمع ہوجاتے، پھر عورتوں کا سارا دن کچن میں کام کرتے اور مردوں کا بھانت بھانت کی باتیں کرتے ہوئے گزر جاتا۔میرے بڑے بھائی ''محمد'' ہمیشہ مردوں کی مجلس پر چھائے رہتے تھے۔میرا یہ بھائی ''حیاۃ'' نامی چینل پر پادری زکریا بطرس کے تمام پروگرامز کو اس قدر باقاعدگی سے سنتا تھا کہ ہم بعض اوقات مذاق میں کہتے تھے کہ ڈر ہے کہ کسی دن تم عیسائی ہوجاؤ گے۔

میرا یہ بھائی جب بھی ہمارے ساتھ بیٹھتا اس پادری کے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے جانے والے جھوٹے الزامات اور گندے بہتانات بیان کرکے بتاتا کہ کیسے یہ پادری آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے کمزور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا کر رہا ہے بلکہ بعض کمزور ایمان مسلمان اس کے پراپیگنڈہ سے متأثر ہوکر عیسائیت کا رخ کر رہے ہیں۔

میرا بھائی بڑے درد اور غصہ کے ساتھ کہتا تھا کہ ایک طرف یہ پادری اس طرح کے سنگین الزامات لگا رہا ہے جبکہ دوسری طرف مسلمان علماء کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی اور کوئی اس کا منہ بند کرنے کے لئے سامنے نہیں آیا۔

مسیح کی صلیبی موت سے نجات

ایک روز مردوں کے مابین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بات شروع ہوگئی۔میں سمجھی کہ شاید میرا بھائی مذکورہ پادری کے نظریات بیان کر رہا ہے لیکن جب یہ بات دوتین دن تک جاری رہی تو تیسرے دن کی شام کو میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب سے نجات کے موضوع پر بات کر رہے تھے۔اس دوران انہوں نے بعض ایسے ناموں کا ذکر کیا جو میں نے پہلے کبھی نہ سنے تھے مثلاً: برنباس کی انجیل، متی، یوحنا، پیلاطوس وغیرہ۔پھر انہوں نے بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے بلکہ تمام انسانوں کی طرح فوت ہوگئے ہیں۔شاید اس مجلس میں اکیلی مَیں ہی ایسے موضوعات سے ناواقف تھی۔میں نے سمجھا کہ چونکہ میرا بھائی یونیورسٹی میں لیکچرار ہے اور شاید آجکل وہ کوئی کتاب لکھنے کا ارادہ کر رہا ہے، جس کی ریسرچ کے دوران شاید اسے بعض ایسے حوالے ملے ہیں جن کی بنا پر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا چاہتا ہے۔ مجھے اپنے بھائی کا طرزِ بیان بہت پسند آیا لیکن یہ مضمون میرے لئے کسی دھچکے سے کم نہ تھا۔

اچھوتا ٹی وی پروگرام

جب میں نے اپنے بھائی سے ان معلومات کے مصدر کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے مجھے ایک چینل کا نام اور اس کی فریکوئینسی دے دی اور کہا کہ یہ چینل دیکھا کرو اور تمہیں سب کچھ سمجھ آجائے گا۔

ہماری چھٹی ختم ہوگئی۔ ہم نے فرانس واپس آتے ہی یہ چینل ڈھونڈا اور اس کے اکثر پروگرامز دیکھنے لگے۔ ان سب میں سے پروگرام الحوار المباشر غیر معمولی تھا۔اس کے پیش کرنے کا انداز اور عقل وروح کو مخاطب کرنے کا اسلوب اس قدر اعلیٰ تھا کہ اس نے ہمارے اندر انقلاب برپا کر دیا۔خصوصًا اس لئے بھی کہ اس پروگرام کے شرکاء کے چہرے روایتی مولویوں کے چہروں سے مختلف تھے۔ ان کے چہروں پر ایک نور تھا، ایک حیا اور وقار تھا۔ہر caller سے محبت، احترام اور ادب سے مخاطب ہوتے تھے، ان کے دلوں میں ہمدردی اور شفقت علی خلق اللہ نمایاں طور پر محسوس ہوتی تھی۔مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کی شخصیت ان سب میں نمایاں تھی۔میں نے یہ پروگرام بڑے شوق سے دیکھنا شروع کر دیا۔اس میں مجھے بہت سی نئی باتوں کا علم ہوا جیسے آدم پہلے نبی تھے پہلے انسان نہ تھے، جادو اور جنّوں کا روایتی تصور غلط ہے، قرآن کریم میں کوئی منسوخ آیات نہیں ہیں، اسلام قتل مرتد کا حکم نہیں دیتا، جہاد دفاعی تھا، عیسیٰ علیہ السلام تمام انسانوں کی طرح وفات پا چکے ہیں، قرآن کریم میں مذکور ''نملۃ'' اور ''ہدہد'' سے مراد چیونٹی اور ہدہد نامی پرندہ نہیں ہے بلکہ یہ مرد اور عورت کے نام ہیں وغیرہ وغیرہ۔الغرض میں نے جو کچھ بھی سنا وہ نہایت منطقی اور غیر معمولی طور پر مؤثر وتسلّی بخش تھا۔

یقین اور شک کے درمیان

ان مفاہیم کو سن کر مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میں آسمانِ روحانیت کی بلندیوں میں محوِ پرواز ہوں نیز خدا تعالیٰ کی قربت کا احساس ہونے لگا۔لیکن اس احساس نے مجھے امام مہدی کی بیعت کا قائل کرنے میں کوئی مدد نہ دی۔اس کی وجہ میری یہ سوچ تھی کہ اس امام مہدی کو ظاہر ہوئے سو سال کا عرصہ گزر گیا ہے لیکن اس کے بارہ میں ہمیں آج خبر مل رہی ہے۔ نیز بڑے بڑے علماء ومشائخ میں سے کسی نے بھی اسے نہیں مانا۔پھر امام مہدی نے تو آخری زمانے میں آنا تھا اور وہ وقت ابھی بہت دور ہے۔ علاوہ ازیں خاتم النبیینؐ کے بعد امام مہدی نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسے خیالات نے مجھے بیعت کرنے سے تو روک لیا لیکن کوئی چیز مجھے اندر سے جماعت کی طرف کھینچتی رہی جس کی بنا پر میں نے ایم ٹی اے دیکھنا نہ چھوڑا، بلکہ مکمل اطمینان نہ ہونے کے باوجود بھی میں جماعت کے عقائد کی تبلیغ کرنے لگی تھی۔

علمی تحقیق کا سفر

میرا خیال تھا کہ بعض حدیثیں شاید ایم ٹی اے والے خود بنا کر صحیح بخاری وصحیح مسلم کے نام منسوب کر دیتے ہیں کیونکہ میں نے ان میں سے کئی احادیث پہلے کبھی نہ سنی تھیں۔لہٰذا اس بات کی تحقیق کرنے کے لئے میں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم خریدی اور سب سے پہلے ''لَوْ كَانَ الإِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ'' والی حدیث تلاش کرنے لگی۔میں نے ایم ٹی اے پر مذکورہ حوالہ کے مطابق صحیح البخاری کھولی تو یہ حدیث مجھے مل گئی۔میں بار بار اس حدیث کو پڑھتی اور غور کرتی، ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے مجھے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔ میں غیر معمولی خوش بھی تھی لیکن ساتھ ساتھ ایک ہیبت بھی طاری تھی۔اس کے بعد میں نے آخری زمانے اور اس کے فتنوں کے بارہ میں جملہ احادیث پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نزولِ عیسیٰ، دجال اور دیگر امور کے بارہ میں احادیث پڑھیں۔اس کے بعد مصطفیٰ ثابت صاحب کی کتاب 'السیرۃ المطہرۃ' یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پڑھی تو میرے ذہن میں الجھی ہوئی گتھیاں سلجھنے لگیں اور میں بالآخر اس نتیجہ پر پہنچی کہ مرزا غلام احمد قادیانیؑ وقت کے امام اور مامور من اللہ ہیں۔اس کے بعد ایم ٹی اے کے پروگرامز دیکھنے کی وجہ سے روز بروز میرے علم میں اضافہ ہوتا رہا لیکن سب کچھ واضح ہونے کے باوجود بیعت کی راہ میں شک کے کئی پردے حائل رہے۔ایم ٹی اے العربیہ کو دیکھتے دیکھتے چار برس بیت گئے۔باوجود اس کے کہ الحوار المباشر کے شرکاء نے بارہا اس پروگرام میں شک کے اندھیروں کو یقین کے نور سے دور کرنے کے لئے استخارہ کرنے کا بھی مشورہ دیا لیکن میں دو وجوہ کی بنا پر استخارہ کرنے کے حق میں نہ تھی۔ایک تو اس لئے کہ اگر استخارہ کے بعد جماعت کے حق میں کوئی رؤیا دیکھا تو اس کا سبب جماعت کے بارہ میں میرا ہر وقت سوچتے رہنا بھی ہوسکتا ہے۔دوسرے میں دینی امور کے بارہ میں کچھ علم وفہم بھی حاصل کرنا چاہتی تھی تا میرا فیصلہ علی وجہ البصیرت ہو۔

بیعت

میں نے ایم ٹی اے العربیہ دیکھنا نہ چھوڑا اور باوجود بعض شکوک کے الحوار المباشر میں فون کرکے بیعت کا اقرار کرنے والوں کے ہم زبان ہو کر کئی مرتبہ جوش کے ساتھ بیعت کا اقرار بھی کیا۔قصہ مختصر یہ کہ بعض شکوک کے باوجود میرا ایمان تھا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہی امام مہدی ومسیح موعود ہیں لیکن بیعت فارم پُر کرنے کا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

ایک مرتبہ جب الحوار المباشر میں سلفیوں کے ساتھ بحث جاری تھی تو میں نے فون کال کر کے کوئی سوال کیا۔ اس کے چار ماہ بعد مجھے ایک عورت کا فون آیا۔اس نے اپنا تعارف کروانے کے بعد کہا کہ وہ جماعت احمدیہ فرانس کی طرف سے بول رہی ہے۔ پھر اس نے مجھ سے بعض سوالات پوچھنے کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام کی صداقت پر ایمان کے بارہ میں پوچھا۔میں نے عرض کیا کہ میں مطمئن ہوں۔چنانچہ اس نے میرے گھر کے قریب واقع جماعتی سنٹر کے بارہ میں مجھے بتایا اور وہاں ہونے والے ماہانہ اجلاسات میں حاضر ہونے کے لئے کہا۔اسی ہفتہ مربی سلسلہ فرانس بھی ہمارے گھر تشریف لائے اور ہم میاں بیوی نے ان کی موجودگی میں بیعت فارم پُر کر دیا۔ یہ مارچ 2010ء کی بات ہے۔

مربی صاحب ہمارے گھر میں ہی تھے کہ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا۔مربی صاحب کے ساتھ آنے والے افراد میں سے ایک نے اذان دی اور انہوں نے نماز ادا کرنی شروع کر دی۔میں چھپ کر ان کو دیکھنے لگی۔ان کو نماز پڑھتے دیکھ کر بھی میرے کئی شک دور ہوگئے اور پہلے سے زیادہ انشراح ہوگیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک بھی مجھے بعض خدشات اور تحفظات کا سامنا تھا۔

میں نے لجنہ کے اجلاسات میں حاضر ہونا شروع کر دیا۔جماعت کی تنظیم، افراد جماعت کی آپس میں محبت والفت، مضبوط تعلق، بے لوث خدمت اور ہر بات میں اطاعت جیسے عظیم اوصاف دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پھر افراد جماعت کی رسول کریمؐ، حضرت امام مہدیؑ اور خلیفۂ وقت سے غیر معمولی محبت اس نظام میں عجیب حسن پیدا کرنے والی تھی۔

(باقی آئندہ)

اسلامی نظام حکومت کا ایک اجمالی نقشہ

(انتخاب از خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ
فرمودہ 28 دسمبر 1950ء برموقع جلسہ سالانہ ربوہ)

(مطبوعہ۔انوار العلوم جلد22)

قسط نمبر 4

قرآن کریم کی افضلیت

پھر فرماتا ہے کہ یہ قرآن مَثَانِیْ ہے۔مَثَانِیْ کے متعلق ہم عربی لغت میں دیکھتے ہیں کہ اس کے کیا معنی ہیں۔وہاں مَثَانِیْ کے کئی معنے لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مَابَعْدَ الْاَوَّلِ مِنْ اَوْتَارِ الْعُوْدِ(اقرب الموارد الجزء الاول صفحہ 96 مطبوعہ بیروت 1889ء) یعنی مزامیر اور سرنگی کی تاروں میں سے پہلی تار کے بعد جو دوسری تاریں آتی ہیں اُن کو مَثَانِیْ کہتے ہیں۔پس قرآن کریم کو مَثَانِیْ قرار دینے کے یہ معنے ہوئے کہ یہ پہلی تاروں کے بعد دوسری تار ہے۔

قرآن کریم یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں دنیا میں پہلی الہامی کتاب ہوں جیسے ویدوں کا دعویٰ ہے بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں ان کتابوں کے پیچھے آیا ہوں اور پھر اوپر کی چوٹی پر ہوں تا کہ کوئی اعتراض نہ کرے کہ قرآن کریم پہلی کتابوں سے اُتر کر دوسرے درجہ کی کتاب ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ مَیں ہوں تو دوسری کتاب مگر پہلی کتابوں سے زیادہ شاندار ہوں۔اگر ایک ڈاکٹر اپنے فن میں بڑا مشہور ہو اور اُس کے بعد کوئی دوسرا ڈاکٹر آ کر اپنے آپ کو اُس سے بڑھا کر دکھادے تو وہ چھوٹا سمجھا جاتا ہے یا بڑا سمجھا جاتا ہے؟ اگر ایک بیرسٹر بڑی کامیاب پریکٹس کرتا ہو اور اس کے بعد ایک دوسرا بیرسٹر آ جائے جو اپنے کام میں اتنا شُہرہ حاصل کر لے کہ تمام لوگ پہلے بیرسٹر کو چھوڑ دیں اور اُس کے پاس آ جائیں تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ دوسرا بیرسٹر ہے اِس کو پہلے بیرسٹر پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ پہلے کی موجودگی میں اپنے درجہ کو قائم کر لینا اور اپنی دھاک بٹھا لینا ایک فخر کی بات ہوتی ہے ورنہ جہاں عالم نہیں ہوتے وہاں بعض دفعہ جاہل بھی آ کر عالم بن جاتے ہیں اور وہ جو کچھ اُوٹ پٹانگ کہہ دیں لوگ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے لگ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے عالم ہیں۔

اِسی قسم کے مسخرے کا ایک لطیفہ ہے۔لوگ اُس سے مسئلے پوچھنے آتے تو کبھی وہ عقل کی بات کہہ دیتا اور کبھی بے وقوفی کی۔ایک دفعہ عیسائی آئے اور انہوں نے کہا بتاؤ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر گئے تھے تو کِس سیڑھی سے گئے تھے؟ اُس نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان پر گئے تھے تو لوگ سیڑھی اُٹھانی بُھول گئے تھے اُس پر چڑھ کر چلے گئے تھے۔یہ تو معقول بات کہہ دی چاہے مذاق کی تھی۔مگر اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ جب چاند نکلتا ہے تو پہلے وہ نہایت باریک ہوتا ہے اور پھر ذرا موٹا ہوتا ہے پھر اَور بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ ہوتے ہوتے پورا چاند بن جاتا ہے اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد ہی غائب ہو جاتا ہے وہ چاند جاتا کہاں ہے؟ کہنے لگا اس کو کاٹ کر ستارے بنا لئے جاتے ہیں۔چونکہ قوم میں کوئی اور عالم نہیں تھا اِس لئے لوگ اُسی کو بڑا عالم سمجھتے تھے۔

قرآن کریم کا کمال

تو پہلے پہل اگر کوئی شخص آ جائے جس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی دوسرا ڈاکٹر یا مقنّن یا انجینئر نہ ہو تو ایک معمولی آدمی بھی لوگوں پر اپنی حکومت جما لیتا ہے لیکن پہلوں کے مقابل پر آ کر کامیاب ہونا بہت بڑی ہمت چاہتا ہے۔قرآن کریم اِسی مضمون کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہم پہلوں کی موجودگی میں آ کر کامیاب ہوئے ہیں۔تم اپنی طرح یہ نہ سمجھ لو کہ مُلک میں کوئی حکومت نہ تھی، کوئی قانون نہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے آ کر ایک تعلیم دی اور لوگوں نے اسے مان لیا، ایران میں کوئی قانون نہ تھا زرتشت آئے اور انہوں نے اپنا اقتدار قائم کر لیا، اکیلے اکیلے میدان مار لینا اور بات ہے اور مقابلہ میں آ کر میدان جیتنا اور بات ہے۔ہم بعد میں آئے اور پھر ان کی چھاتیوں پر مُونگ دَل رہے ہیں۔ عیسائیوں کی کتابیں موجود ہیں ، یہودیوں کی کتابیں موجود ہیں، زرتشتیوں کی کتابیں موجود ہیں، ہندوؤں کی کتابیں موجود ہیں مگر پھر ہم ان سب کے سامنے آ کر میدان مار رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے والی کتاب

مَثَانِیْ کے دوسرے معنے مَعَاطِفُ الْوَادِیْ (اَلْمَثَانِی مِنَ الْوَادِیْ: مُعَاطِفُہٗ۔ اقرب الموارد جلد1 صفحہ 12۔مطبوعہ بیروت 1889ء) کے ہیں چلتے چلتے جب وادی ایک طرف مُڑتی ہے تو اُس کے موڑ کو بھی مَثَانِیْ کہتے ہیں۔

پس قرآن کریم کی دوسری خوبی اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ یہ بنی نوع انسان کو موڑ کر ان کا رُخ ایک دوسری طرف پھیرنے والی کتاب ہے۔حقیقت یہ ہے کہ بنی نوع انسان جب علوم میں ترقی کرتے ہیں تو ان کا نقطۂ نگاہ صرف دنیا کا حصول ہوتا ہے۔وہ جغرافیہ میں یا سائنس یا تاریخ میں جب دسترس پیدا کرتے ہیں تو ان کا نقطۂ نظر صرف مادی ہوتا ہے اور وہ اُسی مادی راستے پر چلتے چلے جاتے ہیں۔قرآن کریم نے ان راستوں سے بنی نوع انسان کو روکا نہیں۔وہ حساب کی بھی تصدیق کرتا ہے، جُغرافیہ کی بھی تصدیق کرتا ہے، وہ سائنس کی بھی تصدیق کرتا ہے، وہ تاریخ کی بھی تصدیق کرتا ہے، مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ایک اور طرف بھی ہے جس طرف تمہیں توجہ پھیرنے کی ضرورت ہے اور وہ موڑ وہ ہے جس کے پیچھے خدا تعالیٰ بیٹھا ہے۔بیشک سائنس بھی اپنی ذات میں ایک مفید چیز ہے، جغرافیہ، حساب اور تاریخ بھی اپنی ذات میں مفید علوم ہیں مگر ان علوم کی وادی چلتے چلتے ایک طرف خم کھاتی ہے اور اس کے موڑ کے پیچھے خدا تعالیٰ کا وجود رونما ہوتا ہے۔تم بے شک ان علوم میں ترقی کرو مگر یہ بھی دیکھو کہ اس مادی دنیا کے علاوہ خدا تعالیٰ کی بھی ایک ذات ہے جس کا حصول تمہارا سب سے بڑا مقصد ہونا چاہئے۔پس قرآن کریم انسانی عقلوں کو موڑ کر انہیں خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے والی کتاب ہے اور یہی بات مَثَانِیْ میں بیان کی گئی ہے۔

قرآنی تعلیم کے ذریعہ غیر معمولی طاقت کا حصول

مَثَانِیْ کے تیسرے معنے قُوَّۃُ الشَّیْءِ وَ طَاقَتُہٗ (مثانی الشیٔ ۔ قواہُ وَطَاقَاتُہٗ ۔اقرب الموارد جلد1 صفحہ 13 مطبوعہ بیروت 1889ء) کے ہوتے ہیں یعنی کسی چیز کی قوت اور اس کی طاقت۔فرماتا ہے قرآن کریم کی آیتیں اور قرآن کریم کی تعلیم تمہاری قوت اور طاقت کا موجب ہیں یعنی قرآن کریم پر عمل کرنے والے ہمیشہ دُنیا پر غالب رہیں گے اور کسی جگہ نیچا نہیں دیکھیں گے۔قرآن کریم کہتا ہے کہ سچ بولو۔دنیا میں کبھی سچ بولنے والے ذلیل نہیں ہوسکتے۔قرآن کریم کہتا ہے کہ علم سیکھو۔دنیا میں کبھی علم سیکھنے والا ذلیل نہیں ہوسکتا۔قرآن کریم کہتا ہے کہ دھوکا مت دو۔دھوکا اور فریب سے بچنے والا دُنیا میں کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا۔قرآن کریم کہتا ہے کہ تم علومِ طبیعیات پر غور کرو اور قدرت کے رازوں کی جستجو کرو۔علومِ طبیعیات پر غور کرنے والا اور قدرت کے رازوں کی جستجو کرنے والا دنیا میں کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا۔غرض جو کچھ قرآن کریم کہتا ہے وہ انسان کی طاقت کا موجب ہوتا ہے، اُس کی کمزوری کا موجب نہیں ہوتا۔یہی وہ چیز ہے جس کا قرآن کریم ایک اور جگہ ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔

(الحجر :3)

کہ کافر بھی بعض دفعہ کہہ اُٹھتا ہے کہ کاش! مجھے اسلام کا نام نہ ملتا تو اس کی تعلیم ہی مل جاتی۔

یہود کا اعترافِ عجز

ایک دفعہ بعض یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا آپ کے قرآن میں ایک ایسی آیت موجود ہے کہ اگر وہ ہماری کتاب میں ہوتی تو ہم اس آیت کے نازل ہونے والے دن کو عید مناتے۔آپ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ انہوں نے کہا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

(المائدہ :4)

یہ آیت اگر ہماری بائبل میں ہوتی تو ہم اس خوشی میں عید مناتے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کیا جانو جس دن یہ آیت اُتری ہے اُس دن ہمارے لئے دو عیدیں جمع تھیں، یہ حج کے دن نازل ہوئی ہے اور حج کے دن پہلے سے عید چلی آ رہی ہے اور پھر وہ جمعہ کا دن تھا اور جمعہ بھی ہمارے لئے عید کا دن ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المائدہ باب قولِہٖ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔)

تعدّدِ ازواج پر بعض انگریزوں سے گفتگو

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی تعلیم ایسی نہیں ہے جس پر چل کر انسان ذلیل ہوسکے۔وہ چیزیں جن پر دنیا اعتراض کرتی ہے وہ بھی ایسی ہیں کہ اگر ان کو لوگ صحیح طور پر سمجھ جائیں تو ان کے اعتراضات بند ہو جائیں۔

مَیں جب ولایت گیا تو ایک دفعہ بعض انگریز مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔چونکہ انگریزوں میں عام طور پر یہ مشہور ہے کہ اسلام میں عورتوں پر بہت ظلم کیا جاتا ہے اور اِس کی ایک وجہ وہ تعدّدِ ازواج کو بھی قرار دیتے ہیں اس لئے انہوں نے اس موضوع پر مجھ سے گفتگو شروع کر دی اور کہا کہ اسلام میں ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی گئی ہے جو بڑی خطرناک بات ہے اور کوئی فطرت اسے برداشت نہیں کر سکتی۔مَیں نے کہا کیا یہ بہت بُری تعلیم ہے؟ انہوں نے کہا بہت بُری تعلیم ہے۔میں نے کہا میری اِس وقت تین بیویاں ہیں (اُس وقت میری تین بیویاں تھیں) کہنے لگے آپ کی تین بیویاں ہیں؟ آپ تو بڑے روشن خیال آدمی ہیں آپ نے یہ کیا کِیا؟ میں نے کہا جب آپ مجھے روشن خیال تسلیم کرتے ہیں تو پھر آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ میں نے کوئی ظلم نہیں کیا۔پھر میں نے انہیں بتایا کہ اسلام نے بیشک بعض حالات میں ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے مگر اسلام نے اس کے ساتھ کئی قسم کی پابندیاں بھی عائد کر دی ہیں جن کی موجودگی میں کوئی شخص محض عیاشی کے لئے ایک سے زیادہ شادیاں نہیں کر سکتا۔اسلام کہتا ہے اگر تم ایک سے زیادہ شادیاں کرو تو ہر ایک کو برابر کی باری دو۔اسلام کہتا ہے کہ جتنا خرچ تم ایک بیوی کو دو اُتنا ہی خرچ دوسری بیوی کو دو۔اسلام کہتا ہے کہ جس طرح تم ایک بیوی کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہو اُسی طرح تم دوسری بیوی کی ضرورتوں کو بھی پورا کرو۔اِن احکام کی موجودگی میں اگر کوئی شخص دو شادیاں کرتا ہے یا چار کرتا ہے تو آخر وہ کیوں کرتا ہے؟ بڑی وجہ اس کی یہی سمجھی جا سکتی ہے کہ اسے اپنی پہلی بیوی سے محبت نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اسے اپنی پہلی بیوی سے محبت نہیں تو کتنا جبر ہے جو شریعت اس پر کرتی ہے۔وہ چوبیس گھنٹے اپنی اس بیوی کے پاس گزارتا ہے جس سے اُسے محبت ہے تو شریعت کہتی ہے اُٹھاؤ اپنا بستر اور جاؤ دوسری بیوی کے پاس اور اس کے پاس بھی اسی طرح چوبیس گھنٹے گزارو۔وہ اپنی نئی بیوی کے لئے جس سے اسے محبت ہوتی ہے کوئی زیور یا کپڑا تیار کر کے لاتا ہے تو شریعت کہتی ہے اب جاؤ اور اِسی قسم کا کپڑا اور اسی قسم کا زیور اپنی دوسری بیوی کو دے آؤ۔ غرض قدم قدم پر شریعت اس کے جذبات پر ایسا جبر کرتی ہے کہ اس کے بعد یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کہ دوسری شادی کرنے والا عیاشی کا ارتکاب کرتا ہے۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی ایک بیوی جنہیں ہم بچپن میں مولویانی کہا کرتے تھے وہ ایک دفعہ ہمارے ہاں آئیں۔ میں اُن دنوں شدید بیمار تھا اور مجھ سے اُٹھا بھی نہیں جاتا تھا، پھر بھی میں سہارا لے کر دوسری بیوی کے گھر گیا۔وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگیں یہ کیسی قابلِ رحم حالت ہے کہ اُٹھا جاتا نہیں مگر دوسری بیوی کے گھر جا رہے ہیں۔اب بتاؤ اِس میں عیاشی کی کونسی بات ہے، عیاشی تو تب ہو جب وہ صرف ایک بیوی سے تعلق رکھے اور دوسری کو نظرانداز کر دے۔میری یہ بات سن کر وہ کہنے لگے کہ آپ کی اَور بات ہے۔میں نے کہا اگر میرے جیسا بن جانے سے یہ بات قابلِ اعتراض نہیں رہتی تو آپ بھی اچھے آدمی بن جائیں بُرے کیوں بنے ہوئے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں میں حکمت

پھر میں نے انہیں کہا جب ہم ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں تو اس کی وجوہات ہوتی ہیں۔مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی شادیاں کیں مگر اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ کے سپرد تمام عورتوں کی تعلیم و تربیت کا کام تھا اور یہ اتنا بڑا کام تھا کہ آپ اکیلے اسے سنبھال نہیں سکتے تھے اس لئے ضروری تھا کہ آپ زیادہ شادیاں کرتے تا زیادہ سے زیادہ تعداد میں ایسی عورتیں تیار ہوسکتیں جو اسلام میں داخل ہونے والی مستورات کی

باقی صفحہ نمبر 14 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

تین چار سال پہلے مَیں نے جماعتوں کو کہا تھا کہ ورقہ دوورقہ بنا کر تبلیغ کا کام کریں اور اس کا ٹارگٹ بھی دیا تھا کہ لاکھوں کی تعداد میں ہونا چاہئے جس سے اسلام کی خوبصورت تعلیم کا بھی دنیا کو پتا لگے۔ دنیا کو یہ پیغام ملے کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ دنیا کو پیغام ملے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیج کر پھر سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ فرمائی ہے اور حقیقی تعلیم کو جاری فرمایا ہے۔ یہ دنیا کو پتا لگے کہ اب بھی خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو شیطان سے بچانے کے لئے اپنے فرستادوں کو بھیجتا ہے۔ بہرحال جن جماعتوں نے اس سلسلے میں کام کیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے مثبت نتائج وہاں نکلے ہیں۔ پس اس کے لئے ایک کے بعد دوسرا دوورقہ شائع ہوتے رہنا چاہئے اور اس کو تقسیم کرتے چلے جانا چاہئے۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں سینکڑوں سکول اور کالج جماعت کے چل رہے ہیں اور آج دنیا کے مختلف ممالک میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے بڑے ماہرین اور افسران بھی جماعت میں شامل ہیں۔ ملکی پارلیمنٹوں کے ممبر احمدی ہیں اور اخلاص میں بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

دنیا کے کونے کونے میں اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت پہنچ چکی ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر قائم ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ چمٹے رہیں تو اس نے نہ کبھی ہمیں چھوڑا ہے، نہ کبھی چھوڑے گا۔ انشاء اللہ۔ قربانیاں بیشک دینی پڑتی ہیں اور احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیتے ہیں لیکن ہر قربانی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو لئے ہوئے ایک نیا رستہ ہمیں دکھاتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بیان فرمودہ متفرق واقعات کا ایمان افروز بیان
جن سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اور جماعتِ احمدیہ کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے

عزیزم نعمان احمد نجم ابن مکرم چوہدری مقصود احمد باجوہ صاحب آف کراچی کی شہادت اور مکرم انجینئر فاروق احمد خان صاحب نائب امیر جماعت ضلع پشاور کی وفات۔

مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 27/مارچ 2015ء بمطابق 27 امان 1394 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی آمد کے مقصد کی جن پانچ شاخوں کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک شاخ اشتہارات کی اشاعت بھی ہے۔ یعنی تبلیغ اور اتمام حجت کے لئے اشتہارات کی اشاعت۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

”آج میں نے اتمام حجت کے لئے ارادہ کیا ہے کہ مخالفین اور منکرین کی دعوت میں چالیس اشتہار شائع کروں تا قیامت کو میری طرف سے حضرت احدیت میں یہ حجت ہو کہ میں جس امر کے لئے بھیجا گیا تھا اس کو میں نے پورا کیا۔“

(اربعین نمبر 1 روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 343)

اور پھر یہ چند اشتہار نہیں یا ایک مرتبہ نہیں بلکہ اگر دیکھا جائے تو اپنے دعویٰ سے پہلے سے لے کر وصال تک بیشمار اشتہارات آپ نے شائع فرمائے۔ یہ سب مذہبی دنیا کا ایک خزانہ ہیں۔ آپ کی ایک تڑپ تھی کہ مسلمانوں کو بھی، عیسائیوں کو بھی اور دوسرے مذہب والوں کو بھی تباہ ہونے سے بچائیں۔ آپ اکیلے یہ کام کرتے تھے اور اس کے لئے سخت محنت کرتے ہیں۔ بڑی بڑی تصنیفات تو آپ کی ہیں ہی۔ آپ کی ہمدردیٔ خلق کی تڑپ چھوٹے اشتہارات کے ذریعہ سے بھی دنیا کی اصلاح کا درد ظاہر کرتی ہے۔ دنیا کی اصلاح کے اس درد کو قائم رکھنا اور آگے چلانا یہ آپ کی جماعت کے افراد کا بھی فرض ہے۔ اس لئے اس طرف توجہ دیتے رہنا چاہئے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس درد اور اس کے لئے غیر معمولی محنت کے بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ باوجود بیماری کے آپ رات دن لگے رہتے تھے اور اشتہار پر اشتہار دیتے رہتے تھے۔ لوگ آپ کے کام کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ ایک اشتہار دیتے تھے اس کا اثر دُور نہیں ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے مخالفت میں جو جوش پیدا ہوتا تھا وہ بھی کم نہ ہوتا تھا کہ دوسرا اشتہار آپ شائع کر دیتے تھے۔ حتی کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ ایسے موقع پر کوئی اشتہار دینا طبائع پر بُرا اثر ڈالے گا مگر آپ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ لوہا گرم ہی کوٹا جا سکتا ہے۔ اور ذرا سا جوش ٹھنڈا ہونے لگتا تو فوراً دوسرا اشتہار شائع فرما دیتے تھے جس کی وجہ سے پھر مخالفت کا شور بپا ہو جاتا۔ آپ نے رات دن اسی طرح کام کیا اور یہی ذریعہ کامیابی کا ہے۔ اگر ہم یہ ذریعہ اختیار کر لیں تو کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس بات کا خیال نہ کرنا چاہئے کہ مخالفت کم ہونے دی جائے۔“

(روزنامہ الفضل قادیان مؤرخہ 9 نومبر 1943ء صفحہ 2 جلد 31 نمبر 263)

مخالفت ہوتی رہے تو ساتھ ساتھ اشتہار بھی آتے رہیں تب ہی اثر بھی ہوتا ہے۔

پھر حضرت مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کا ہی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں تبلیغ اشتہارات کے ذریعے ہوتی تھی۔ وہ اشتہارات دو چار صفحات پر مشتمل ہوتے تھے اور ان سے ملک میں تہلکہ مچا دیا جاتا ہے۔ ان کی کثرت سے اشاعت کی جاتی تھی۔ اس زمانے کے لحاظ سے کثرت کے معنی ایک دو ہزار کی تعداد کے ہوتے تھے۔ بعض اوقات دس دس

ہزار کی تعداد میں بھی اشتہارات شائع کئے جاتے تھے لیکن اب ہماری جماعت بیسیوں گنا زیادہ ہے۔ اب اشتہاری پروپیگنڈا یہ ہوگا کہ اشتہارات پچاس پچاس ہزار بلکہ لاکھ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوں۔ پھر دیکھو کہ اشتہارات کس طرح لوگوں کو اپنی طرف توجہ کھینچ لیتے ہیں۔ اگر اشتہارات پہلے سال میں بارہ دفعہ شائع ہوتے تھے اور اب خواہ سال میں دو تین دفعہ ہی کر دیا جائے اور صفحات دو چار پر لے آئیں لیکن وہ لاکھ لاکھ، دو دو لاکھ کی تعداد میں شائع ہوں تو پتا لگ جائے گا کہ انہوں نے کس طرح حرکت پیدا کی ہے۔''

(خطبات محمود، جلد 33 صفحہ 5-6۔ الفضل 11 جنوری 1952ء)

تین چار سال پہلے مَیں نے جماعتوں کو کہا تھا کہ ورقہ دو ورقہ بنا کر تبلیغ کا کام کریں اور اس کا ٹارگٹ بھی دیا تھا کہ لاکھوں کی تعداد میں ہونا چاہئے جس سے اسلام کی خوبصورت تعلیم کا بھی دنیا کو پتا لگے۔ دنیا کو یہ پیغام ملے کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ دنیا کو پیغام ملے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیج کر پھر سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ فرمائی ہے اور حقیقی تعلیم کو جاری فرمایا ہے۔ یہ دنیا کو پتا لگے کہ اب بھی خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو شیطان سے بچانے کے لئے اپنے فرستادوں کو بھیجتا ہے۔ بہر حال جن جماعتوں نے اس سلسلے میں کام کیا وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے مثبت نتائج نکلے ہیں۔ سپین میں جامعہ کے طلباء کو میں نے بھیجا تھا انہوں نے وہاں بڑا کام کیا اور تقریباً تین لاکھ کے قریب مختلف پمفلٹ تقسیم کئے۔ اسی طرح اب جامعہ کینیڈا کے طلباء نے سپینش ممالک میں اور میکسیکو میں جا کر یہ اشتہارات تقسیم کئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سے تبلیغ کے میدان بھی بڑے وسیع ہوئے ہیں اور بیعتیں بھی ہوئی ہیں۔

پس اس کے لئے ایک کے بعد دوسرا دو ورقہ شائع ہوتے رہنا چاہئے اور اس کو تقسیم کرتے چلے جانا چاہئے بجائے اس کے کہ بڑی بڑی کتابیں تقسیم کی جائیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اشتہارات کی اشاعت کے بارے میں ہی کہ کس طرح ہونی چاہئے، اظہار خیال فرماتے ہوئے ایک جگہ ضمناً یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ خود ہی اشتہار شائع کریں۔ اُس زمانے میں بھی چاہتے تھے۔ اب بھی گو اس تعداد میں تو نہیں کر سکتے لیکن بہر حال اپنے طور پر کچھ نہ کچھ لوگ چاہتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ:

''چاہئے یہ کہ جو اشتہارات مرکز سے شائع کئے جائیں انہیں تقسیم کیا جائے اور ان کی اشاعت بڑھائی جائے۔ خود اشتہارات شائع کرنے میں بعض اوقات خود پسندی بھی آ جاتی ہے کہ میرا نام بھی نکلے اور یہ ایسا سخت مرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے متعلق ایک قصّہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ (یعنی خود پسندی یا اپنا اظہار کرنے کا، اپنی پروجیکشن (projection) کا بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک قصہ بیان فرماتے تھے کہ) ایک عورت تھی اس نے انگوٹھی بنوائی مگر کسی عورت نے اس کی تعریف نہ کی۔ ایک دن اس نے اپنے گھر کو آگ لگا دی اور جب لوگ اکٹھے ہوئے تو کہنے لگی صرف یہ انگوٹھی بچی ہے اور کچھ نہیں بچا۔ کسی نے پوچھا یہ کب بنوائی ہے؟ کہنے لگی اگر یہ کوئی پہلے پوچھ لیتا تو میرا گھر ہی کیوں جلتا۔ غرض شہرت پسندی ایسا مرض ہے کہ جس کو لگ جائے اسے گُھن کی طرح کھا جاتا ہے اور ایسے انسان کو پتا ہی نہیں لگتا۔''

(اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 340)

یہ صرف اشتہاروں کی بات نہیں ہے۔ باقی معاملات میں بھی جب خود پسندی اور شہرت کی بات دماغ میں سما جائے اور انسان اس کے لئے کوشش کرے تو پھر اس کا فائدہ کوئی نہیں ہوتا بلکہ نقصانات زیادہ ہوتے ہیں۔ اب تو تبلیغ کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنی وسعت پیدا ہو چکی ہے کہ اگر کوئی انفرادی طور پر پمفلٹ شائع کرے تو وہ بہت معمولی ہوگا لیکن بہر حال اپنے حلقے میں ہی خود پسندی کا تھوڑا بہت اظہار ہو جاتا ہے لیکن اگر نیک نیتی سے ہو، یہ بھی نہیں کہ ہر کوئی صرف خود پسندی کی خاطر کر رہا ہوتا ہے بعض نیک نیت بھی ہوتے ہیں تو جہاں خود شائع کر رہے ہوں اگر ان کے خیال میں وہ اچھی چیز ہے تو پھر اسے وسعت بھی دینی چاہئے، پھیلانا چاہئے۔ اس لئے اگر کوئی فائدہ مند خیال کسی کے دل میں آتا ہے جس سے اشتہار بہتر طور پر بن سکے اور جاذب نظر بھی ہو۔ لوگوں کی توجہ کھینچنے والا بھی ہو، مضمون بھی اس میں اچھا ہو تو وہ جماعتی نظام کو پھر دے دینا چاہئے۔ اگر اس قابل ہو تو پھر جماعتی نظام اس کو شائع کرتا ہے۔

اب حضرت مصلح موعود کے حوالے سے بعض متفرق قسم کی باتیں جو صحابہ کے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہیں وہ پیش کرتا ہوں۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ ''جب شہدائے افغانستان پر پتھر پڑتے تھے تو وہ گھبراتے نہیں تھے بلکہ استقامت اور دلیری کے ساتھ ان کو قبول کرتے تھے اور جب بہت زیادہ ان پر پتھر پڑے تو صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید، نعمت اللہ خان صاحب اور دوسرے شہداء نے یہی کہا کہ یا الٰہی! ان لوگوں پر رحم کر اور انہیں ہدایت دے۔ بات یہ ہے کہ جب عشق کا جذبہ انسان کے اندر ہو تو اس کا رنگ ہی بدل جاتا ہے۔ اس کی بات میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے چہرے کی نورانی شعاعیں لوگوں کو کھینچ لیتی ہیں۔'' حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ''مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں یہاں (یعنی قادیان میں) ہزاروں لوگ آئے اور انہوں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو یہی کہا کہ یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے ایک لفظ بھی آپ کے منہ سے نہ سنا اور ایمان لے آئے۔''

(اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تکالیف، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 96)

یہ مثالیں تو آجکل بھی ہمیں نظر آتی ہیں۔ مجھے کئی خطوط آتے ہیں جن میں یہ ذکر ہوتا ہے کہ جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو دیکھ کر ہی یہ کہا کہ یہ منہ جھوٹے کا نہیں ہو سکتا اور بیعت کر لی۔

پھر حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ تین قسم کے لوگ ہماری جماعت میں شامل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بارہا سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو میرے دعوے کو سمجھ کر اور سوچ کر احمدی ہوئے ہیں۔'' (اس زمانے میں اسلام کی حالت کافی خراب تھی اور مسلمانوں کا شیرازہ بالکل بکھرا ہوا تھا اس لئے مختلف قسم کی طبائع پیدا ہو چکی تھیں اور ان مختلف طبائع نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کو سنا اور جماعت کو بنتا دیکھا تو قبول کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان لوگوں کی حالتوں کا ذکر فرما رہے ہیں کہ یہ تین قسم کے لوگ ہیں۔ یعنی پہلی قسم تو وہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ)...... جو میرے دعوے کو سمجھ کر اور سوچ کر احمدی ہوئے ہیں۔ ''وہ جانتے ہیں کہ میری بعثت کی کیا غرض ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ جس رنگ میں پہلے انبیاء کی جماعتوں نے قربانیاں کی ہیں اسی رنگ میں ہمیں بھی قربانیاں کرنی چاہئیں۔

مگر ایک اور جماعت ایسی ہے جو صرف حضرت مولوی نورالدین صاحب کی وجہ سے ہمارے سلسلے میں داخل ہوئی ہے۔'' (ان کو بعثت کی غرض نہیں پتا لیکن وہ صرف اس لئے داخل ہوئے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ فرماتے ہیں کہ) ''وہ ان کے استاد تھے۔ انہیں معزز اور عقلمند سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب مولوی صاحب احمدی ہو گئے ہیں تو آؤ ہم بھی احمدی ہو جائیں۔ پس ان کا تعلق ہمارے سلسلے سے مولوی صاحب کی وجہ سے ہے۔ سلسلے کی غرض اور میری بعثت کی حکمت اور غایت کو انہوں نے نہیں سمجھا۔

اس کے علاوہ ایک تیسری جماعت بعض نوجوانوں کی ہے جن کے دلوں میں گو مسلمانوں کا درد تھا مگر قومی طور پر نہ کہ مذہبی طور پر وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا کوئی جتھا ہو''۔ (یعنی مذہبی طور پر کوئی درد نہیں تھا لیکن مسلمانوں کی حالت دیکھ کر چاہتے تھے کہ کوئی جتھا ہو، ایک اکٹھ ہو۔ تو ایسے لوگ بھی جماعت میں شامل ہوئے اور پھر بعد میں جب انہوں نے دیکھا کہ مذہب پر زیادہ زور ہے تو ان میں سے بہت سارے پھر مختلف وقتوں میں علیحدہ بھی ہو گئے۔ خلافت ثانیہ میں ان میں سے بہت سے علیحدہ ہوئے۔

آجکل بھی جو مسلمانوں میں، نوجوانوں میں جوش ہے جو غلط طور پر جا کر بعض دہشتگرد تنظیموں میں شامل ہو جاتے ہیں وہ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ قومی طور پر ہمارا ایک جتھا ہونا چاہئے یا ایک ایسا گروہ ہونا چاہئے جس سے مسلمانوں کی قومیت کا احساس پیدا ہو اور مذہبی طور پر وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ اور بعض رپورٹس جو وہاں سے، عراق اور سیریا سے آتی ہیں ان میں یہی ہے کہ بہت سارے کام ان کے ایسے ہیں جب ان سے پوچھو کہ یہ قرآن اور حدیث کے مطابق نہیں ہے تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمیں اس کا نہیں پتا۔ ہمیں تو جو کچھ بتایا گیا ہے اور یہ جو ہماری ایک انفرادیت قائم ہو رہی ہے اس کو ہم نے اسلام کے نام پر قائم کرنا ہے تو اس طرح کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قومی طور پر وہ چاہتے ہیں کہ ہم اکٹھے ہوں۔) ''ان میں کچھ تنظیم ہو۔ ان میں انجمنیں قائم ہوں اور مدرسے جاری ہوں۔'' (بعض قومی طور پر یہ نیک کام کرنا چاہتے ہیں۔) ''مگر چونکہ عام مسلمانوں کا کوئی جتھا بنانا ان کے لئے ناممکن تھا اس لئے جب انہوں نے ہماری طرف ایک جتھا دیکھا تو وہ ہم میں آئے اور اب وہ چاہتے ہیں کہ مدرسے قائم کریں اور لوگ ڈگریاں حاصل کریں۔ اسی وجہ سے وہ ہمارے سلسلے کو ایک انجمن سمجھتے ہیں، مذہب نہیں سمجھتے۔ تو دنیا میں ترقیات کے جو ذرائع سمجھے جاتے ہیں وہ بالکل اَور ہیں اور دین میں جو ترقیات کے ذرائع سمجھے جاتے ہیں وہ بالکل اَور ہیں۔ انجمنیں اَور طرح ترقی کرتی ہیں اور دین اَور طرح۔ دین کی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اخلاق کی درستی کی جائے۔'' (دین کی ترقی کے لئے ضروری چیز ہے کہ اخلاق درست ہوں۔ اعلیٰ اخلاق ہوں۔) ''قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کیا جائے۔ نمازیں پڑھی جائیں'' (تا کہ روحانیت میں ترقی ہو۔) ''روزے رکھے جائیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل پیدا کیا جائے۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا جائے۔ اگر ہم یہ تمام باتیں کریں گے تو گو دنیا کی نگاہ میں ہم پاگل قرار پائیں گے مگر خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہم سے زیادہ عقلمند اور کوئی نہیں ہوگا۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ مسلمان جب مالی قربانیاں کرتے ہیں تو منافق کہا کرتے ہیں کہ یہ مسلمان تو احمق ہیں۔ بس روپیہ برباد کیئے چلے جا رہے ہیں۔ انہیں کچھ ہوش نہیں کہ اپنے روپیہ کو کسی اچھے کام پر لگائیں۔ اسی طرح جب وہ اوقات کی قربانی کرتے تو پھر وہ کہتے کہ یہ تو پاگل ہیں۔ اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔ انہوں نے ترقی خاک کرنی ہے۔ گویا مسلمانوں کو یا وہ احمق قرار دیتے یا

ان کا نام مجنون رکھتے۔ یہی دو نام انہوں نے مسلمانوں کے رکھے ہوئے تھے۔ مگر دیکھو کہ پھر وہی احمق اور مجنون دنیا کے عقلمندوں کے استاد قرار پائے۔ پس ہماری جماعت جب تک وہی احمقانہ رویّہ اختیار نہیں کرے گی جس کو کافر اور منافق احمقانہ قرار دیتے تھے اور ہماری جماعت جب تک وہی مجنونانہ رویّہ اختیار نہیں کرے گی جس کو کافر اور منافق مجنونانہ رویہ قرار دیتے تھے اس وقت تک اسے کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اگر تم چاہو کہ تم ضرورت کے موقع پر جھوٹ بھی بول لیا کرو۔ اگر تم چاہو کہ تم ضرورت کے موقع پر دھوکہ فریب کر بھی لیا کرو۔ اگر تم چاہو کہ تم ضرورت کے موقع پر چالبازی سے کام لے لیا کرو۔ اگر تم چاہو کہ تم ضرورت کے موقع پر غیبت اور چغلی سے بھی کبھی کبھی فائدہ لے لیا کرو اور پھر یہ امید رکھو کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو جائے تو یاد رکھو تمہیں ہرگز وہ کامیابی حاصل نہیں ہوگی جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا ہے۔ یہ چیزیں دنیا کی انجمنوں میں بیشک کام آیا کرتی ہیں۔'' (دھوکہ بھی، فریب بھی، غیبت بھی، چغلی بھی ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنا بھی) ''مگر دین میں ان کی وجہ سے برکت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اترا کرتی ہے۔''

(خطبات محمود، جلد 19 صفحہ 686-688۔ الفضل 27 ستمبر 1938ء صفحہ 3)

اس لئے تمام اعلیٰ اخلاق، روحانیت میں ترقی، یہ چیزیں دینی جماعتوں میں ہونی چاہئیں۔ پس ہر احمدی کو اپنے ایمانداری کے معیاروں کو، روحانیت کے معیاروں کو بہت بلند کرنے کی ضرورت ہے۔

پھر ایک واقعہ آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے قیام کا پس منظر اور ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک وہ زمانہ تھا جب تعلیم الاسلام کالج کا آغاز ہوا۔ اس وقت یہ سوچ ہو رہی تھی کہ اتنے لاکھ روپیہ ہمیں فوری طور پر چاہئے اور اتنے لاکھ سالانہ آمد چاہئے تا کہ کالج جاری رکھا جائے اور بڑے بڑے منصوبے لاکھوں میں بن رہے تھے۔ تو اس وقت آپ فرماتے ہیں کہ: ''ایک وہ زمانہ تھا کہ ہمارے لئے ہائی کلاسز کو جاری کرنا بھی مشکل تھا۔ یہاں (قادیان میں) آریوں کا مڈل سکول ہوا کرتا تھا''۔ ''شروع شروع میں اس میں ہمارے لڑکے جانے شروع ہوئے تو آریہ ماسٹروں نے ان کے سامنے لیکچر دینے شروع کئے کہ تم کو گوشت نہیں کھانا چاہئے۔'' (ہندو گوشت نہیں کھاتے۔) ''گوشت کھانا ظلم ہے۔ وہ اس قسم کے اعتراضات کرتے جو کہ اسلام پر حملے تھے۔ لڑکے سکول سے آتے اور یہ اعتراضات بتلاتے۔'' (فرماتے ہیں کہ) ''یہاں (قادیان میں) ایک پرائمری سکول تھا اس میں بھی اکثر آریہ مدرس'' (ٹیچر) ''آیا کرتے اور یہی باتیں سکھلایا کرتے تھے۔ پہلے دن جب میں سرکاری پرائمری سکول میں پڑھنے گیا'' (یعنی حضرت مصلح موعود اپنا بیان فرما رہے ہیں کہ جب میں اس سرکاری پرائمری سکول میں پڑھنے گیا) ''اور دوپہر کو میرا کھانا آیا تو میں سکول سے باہر نکل کر ایک درخت کے نیچے جو پاس ہی تھا کھانا کھانے کے لئے جا بیٹھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس روز کلیجی پکی تھی اور وہی میرے کھانے میں بھجوائی گئی۔ اس وقت میاں عمر دین صاحب مرحوم جو میاں عبداللہ صاحب کے والد تھے وہ بھی اسی سکول میں پڑھا کرتے تھے لیکن وہ بڑی جماعت میں تھے اور میں پہلی کلاس میں تھا۔ میں کھانا کھانے بیٹھا تو وہ بھی آپہنچے اور دیکھ کر کہنے لگے۔ 'ہیں ماس کھاندے او ماس'۔ حالانکہ وہ مسلمان تھے۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ آریہ ماسٹر سکھلاتے تھے کہ گوشت خوری ظلم ہے اور بہت بری چیز ہے۔ ماس کا لفظ میں نے پہلی دفعہ ان سے سنا تھا۔ اس لئے میں سمجھ نہ سکا کہ ماس سے مراد گوشت ہے۔ چنانچہ میں نے کہا یہ ماس تو نہیں کلیجی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ماس گوشت کو ہی کہتے ہیں۔ پس میں نے ماس کا لفظ پہلی دفعہ ان کی زبان سے سنا اور ایسی شکل میں سنا کہ گویا ماس خوری بری ہوتی ہے اور اس سے بچنا چاہئے۔ غرض آریہ مدرّس اس قسم کے اعتراضات کرتے رہتے اور لڑکے گھروں میں آکر بتاتے کہ وہ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ آخر یہ معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا جس طرح بھی ہوسکے جماعت کو قربانی کر کے ایک پرائمری سکول قائم کر دینا چاہئے۔ چنانچہ پرائمری سکول کھل گیا اور یہ سمجھا گیا کہ ہماری جماعت نے انتہائی مقصد حاصل کر لیا۔ اس عرصے میں ہمارے بہنوئی نواب محمد علی خان صاحب مرحوم مغفور ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ انہیں سکولوں کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ انہوں نے ملیر کوٹلے میں بھی ایک مڈل سکول قائم کیا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سکول کو مڈل کر دیا جائے'' (یعنی قادیان والے کو)۔ ''میں وہاں سکول کو بند کر دوں گا اور وہ امداد یہاں دے دیا کروں گا۔ چنانچہ قادیان میں مڈل سکول ہو گیا۔ پھر بعد میں کچھ نواب محمد علی صاحب اور کچھ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شوق کی وجہ سے فیصلہ کیا گیا کہ یہاں ہائی سکول کھولا جائے۔ چنانچہ پھر یہاں ہائی سکول کھول دیا گیا۔ لیکن یہ ہائی سکول پہلے نام کا تھا کیونکہ اکثر پڑھانے والے انٹرنس پاس تھے اور بعض شاید انٹرنس فیل بھی لیکن بہرحال ہائی سکول کا نام ہو گیا۔ زیادہ خرچ کرنے کی جماعت میں طاقت نہ تھی اور نہ ہی خیال پیدا ہوسکتا تھا لیکن آخر یہ وقت بھی آ گیا کہ گورنمنٹ نے اس بات پر خاص زور دینا شروع کیا کہ سکول اور بورڈنگ بنائے جائیں نیز یہ کہ سکول اور بورڈنگ بنانے والوں کو امداد دی جائے گی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عہد خلافت میں یہ سکول بھی بنا اور بورڈنگ بھی۔ پھر آہستہ آہستہ عملے میں اصلاح شروع ہوئی اور طلباء بڑھنے لگے۔ پہلے ڈیڑھ سو تھے، پھر تین چار سو ہوئے، پھر سات آٹھ سو ہو گئے اور مدتوں تک یہ تعداد رہی۔ اب تین چار سالوں میں آٹھ سو سے ایک دم ترقی کر کے سکول کے لڑکوں کی تعداد سترہ سو ہو گئی ہے اور میں نے سنا ہے کہ ہزار سے اوپر لڑکیاں ہو گئی ہیں۔ گویا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر تقریباً تین ہزار بن جاتی ہیں۔ پھر مدرسہ احمدیہ بھی قائم ہوا اور کالج بھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے مدرسہ احمدیہ میں بھی میری گزشتہ تحریک کے تحت طلباء بڑھنے شروع ہوئے ہیں اور پچیس تیس طلباء ہر سال آنے شروع ہو گئے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ بڑھتا رہا تو مدرسہ احمدیہ اور کالج کے طلباء کی تعداد بھی چھ سات سو تک یا اس سے بھی زیادہ تک پہنچ جائے گی اور اس طرح ہمیں سو مبلغ ہر سال مل جائے گا۔ جب تک ہم اتنے مبلغین ہر سال حاصل نہ کریں ہم دنیا میں صحیح طور پر کام نہیں کر سکتے۔'' (یعنی یہ کم از کم تھا۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں میں ہو رہے ہیں۔) ''1944ء میں مَیں نے کالج کی بنیاد رکھی تھی کیونکہ اب وقت ہو گیا تھا کہ ہماری آئندہ نسل کی اعلیٰ تعلیم ہمارے ہاتھ میں ہو۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ ہماری جماعت میں بہت چھوٹے عہدوں اور بہت چھوٹی آمدنیوں والے لوگ شامل تھے۔'' (بیشک اس سے جماعت کی تاریخ کا بھی پتا لگتا ہے کہ) ''بیشک کچھ لوگ کالجوں میں سے احمدی ہو کر جماعت میں شامل ہوئے لیکن وہ حادثے کے طور پر سمجھے جاتے تھے ورنہ اعلیٰ مرتبوں والے اور اعلیٰ آمدنیوں والے لوگ ہماری جماعت میں نہیں تھے سوائے چند محدود لوگوں کے۔ ایک تاجر سیٹھ عبدالرحمٰن حاجی اللہ رکھا صاحب مدراسی تھے لیکن ان کی تجارت ٹوٹ گئی۔ ان کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب ہوئے۔ ان کے سوا کوئی بھی بڑا تاجر ہماری جماعت میں نہیں تھا اور نہ کوئی بڑا عہدیدار ہماری جماعت میں شامل تھا یہاں تک کہ حضرت خلیفہ اول ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے۔ دیکھو میاں قرآن کریم اور احادیث سے پتا لگتا ہے کہ انبیاء پر ابتداء میں بڑے لوگ ایمان نہیں لاتے۔ چنانچہ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک ثبوت ہے کہ ہماری جماعت میں کوئی بڑا آدمی شامل نہیں۔ چنانچہ کوئی ای اے سی ہماری جماعت میں داخل نہیں۔ گویا اس وقت کے لحاظ سے ای اے سی'' (یہ گورنمنٹ سروس کے جو اسسٹنٹ کمشنر ہیں ان کو شاید کہتے ہیں۔) ''بہت بڑا آدمی ہوتا تھا۔'' حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں ''مگر دیکھو اب کئی ای اے سی یہاں گلیوں میں پھرتے ہیں اور ان کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ لیکن ایک وقت میں اعلیٰ طبقے کے لوگوں کا ہماری جماعت میں اس قدر فقدان تھا کہ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ ہماری جماعت میں کوئی بڑا آدمی داخل نہیں۔ چنانچہ کوئی ای اے سی ہماری جماعت میں داخل نہیں۔ گویا اس وقت کے لحاظ سے ہماری جماعت ای اے سی کو بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔'' (خطبات محمود، جلد 27 صفحہ 150 تا 153)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں سینکڑوں سکول اور کالج جماعت کے چل رہے ہیں اور آج دنیا کے مختلف ممالک میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے بڑے ماہرین اور افسران بھی جماعت میں شامل ہیں۔ ملکی پارلیمنٹوں کے ممبر احمدی ہیں اور اخلاص میں بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ نہیں کہ صرف دنیاداری ان میں آئی ہوئی ہے بلکہ افریقہ میں تو بعض ملکوں میں بعض اہم وزارتوں پر بھی احمدی فائز ہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ایک فضل ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ ترقی دے رہا ہے۔

ابتدائی احمدیوں پر سختیوں اور پھر بہت ابتدائی زمانے میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: ''ایک زمانہ تھا جبکہ احمدی جماعت پر چاروں طرف سے سختی کی جاتی تھی''۔ ''مولویوں نے فتویٰ دیا کہ احمدیوں کو قتل کر دینا، ان کے گھروں کو لوٹ لینا، ان کی جائیدادوں کو چھین لینا، ان کی عورتوں کا بلا طلاق دوسری جگہ پر نکاح کر دینا جائز ہی نہیں موجب ثواب ہے۔'' (اور یہ چیز تو آج بھی ہے لیکن اس زمانے میں تو بہت غریب لوگ تھے اور بڑی سختی کی جاتی تھی تو یہ رویّہ تو مولویوں میں ہمیشہ سے رہا ہے اور آج تک قائم ہے لیکن بہرحال اس زمانے میں سختی کی شدت بھی بہت تھی کیونکہ جماعت بہت تھوڑی تھی۔ فرماتے ہیں کہ) ''اور شریر اور بدمعاش لوگوں نے جو اپنی طمع اور حرص کے اظہار کے لئے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں اس فتوے پر عمل کرنا شروع کر دیا'' (کہ بغیر نکاح کے عورتوں کو جائز کر لیا۔ یعنی احمدیوں سے طلاق دلوا کر اپنے سے نکاح کروا لیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ) ''احمدی گھروں سے نکالے اور ملازمتوں سے برطرف کئے جا رہے تھے۔'' (احمدی گھروں سے نکالے جا رہے تھے اور ملازمتوں سے برطرف کئے جا رہے تھے۔) ''ان کی جائدادوں پر جبراً قبضہ کیا جاتا تھا اور کئی لوگ ان مخمصوں سے خلاصی کی کوئی صورت نہ پا کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے اور چونکہ ہجرت کی جگہ ان کے لئے قادیان ہی تھی، ان کے قادیان آنے پر مہمان

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

داری کے اخراجات اور بھی ترقی کر گئے تھے''، (بڑھ گئے تھے۔) ''اس وقت جماعت ایک دو ہزار آدمیوں تک ترقی کر چکی تھی مگر ان میں سے ہر ایک دشمن کے حملوں کا شکار ہو رہا تھا۔'' (جماعت کی تعداد ایک دو ہزار تک پہنچ گئی تھی لیکن ہر ایک دشمن کے حملوں کا شکار تھا۔) ''ایک دو ہزار آدمی جو ہر وقت اپنی جان اور اپنی عزت اور اپنی جائیداد اور اپنے مال کی حفاظت کی فکر میں لگے ہوئے ہوں اور رات دن لوگوں کے ساتھ مباحثوں اور جھگڑوں میں مشغول ہوں ان کا تمام دنیا میں اشاعت اسلام کے لئے روپیہ بہم پہنچانا اور دین سیکھنے کی غرض سے قادیان آنے والوں کی مہمان داری کا بوجھ اٹھانا اور پھر اپنے مظلوم مہاجر بھائیوں کے اخراجات برداشت کرنا ایک حیرت انگیز بات ہے۔'' (یہ تاریخ بھی ہمیں پتا ہونی چاہئے۔ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔) ''سینکڑوں آدمی دونوں وقت جماعت کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور بعض غرباء کی دوسری ضروریات کا بھی انتظام کرنا پڑتا تھا۔ ہجرت کے لئے آنے والوں کی کثرت اور مہمانوں کی زیادتی سے مہمان خانے کے علاوہ ہر ایک گھر (قادیان میں) مہمان خانہ بنا ہوا تھا''۔ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کی ہر ایک کوٹھڑی ایک مستقل مکان تھا۔'' (یعنی ہر کمرہ جو تھا اس میں خاندان آباد تھے۔ یعنی ایک ایک کمرہ جو تھا ایک ایک خاندان کو ملا ہوا تھا اور مکان بن گیا تھا) ''جس میں کوئی نہ کوئی مہمان یا مہاجر خاندان رہتا تھا۔ غرض بوجھ انسانی طاقتِ برداشت سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ہر صبح جو چڑھتی اپنے ساتھ تازہ تازہ ابتلاء اور تازہ ذمہ داریاں لاتی اور ہر شام جو پڑتی اپنے ساتھ ساتھ تازہ ابتلاء اور تازہ ذمہ داریاں لاتی مگر اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کی نسیم سب فکروں کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر پھینک دیتی اور وہ بادل جو ابتدائے سلسلہ کی عمارت کی بنیادوں کو اکھاڑ کر پھینک دینے کی دھمکی دیتے تھے تھوڑی ہی دیر میں رحمت اور فضل کے بادل ہو جاتے اور ان کی ایک ایک بوند کے گرتے وقت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کی ہمت افزا آواز پیدا ہوتی۔'' (دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 565-566)

یعنی اتنی سختی تھی لیکن پھر بھی یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور انشاء اللہ حالات بدلیں گے۔

آج بھی گو پاکستان میں خاص طور پر اور بعض دوسرے ممالک میں مسلمانوں میں کچھ شدت ہے۔ پاکستان میں تو زیادہ ہے، باقی ممالک میں کچھ حد تک احمدیوں کے حالات تنگ ہیں لیکن اس کے باوجود کسمپرسی کی وہ حالت نہیں ہے۔ مالی لحاظ سے بھی بہتر ہیں اور باقی انتظامات بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے بہت بہتر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اظہار کر رہے ہیں۔ دنیا کے کونے کونے میں اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت پہنچ چکی ہے۔ ہجرت کر کے صرف ایک جگہ نہیں اکٹھے ہوتے بلکہ احمدی دنیا میں نکل چکے ہیں۔ اگر تنگی ہے تو باہر نکل گئے ہیں اور باہر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مزید کشائش پیدا ہو رہی ہے اور اگر بعض مشکلات ہوتی بھی ہیں تو اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کی آواز آج بھی ہمارا سہارا بنتی ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر قائم ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے، اگر ہم اس کے ساتھ چمٹے رہیں تو، نہ کبھی ہمیں چھوڑا ہے، نہ کبھی چھوڑے گا۔ انشاء اللہ۔ قربانیاں بیشک دینی پڑتی ہیں اور احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیتے ہیں لیکن ہر قربانی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو لئے ہوئے ایک نیا رستہ ہمیں دکھاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دینے میں کبھی کمی نہیں کرتا۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ حفاظتِ الٰہی کے معجزہ کے بارے میں ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک مثال حفاظت الٰہی کی مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں سے پیش کرتا ہوں۔ کنور سین صاحب جولاء کالج لاہور کے پرنسپل ہیں ان کے والد صاحب سے حضرت صاحب کو بڑا تعلق تھا حتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کبھی روپیہ کی ضرورت ہوتی تو بعض دفعہ ان سے قرض بھی لے لیا کرتے تھے۔ (یہ کنور سین صاحب ہندو تھے۔) ان کو بھی حضرت صاحب سے بڑا اخلاص تھا۔ جہلم کے مقدمے میں انہوں نے اپنے بیٹے کو تار دی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے وکالت کریں۔ اس اخلاص کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایام جوانی میں جب وہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع چند اور دوستوں کے سیالکوٹ میں اکٹھے رہتے تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی نشانات دیکھے تھے۔ چنانچہ ان نشانات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات آپ دوستوں سمیت سو رہے تھے کہ آپ کی (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی) آنکھ کھلی۔ اور دل میں ڈالا گیا کہ مکان خطرے میں ہے۔ آپ نے ان سب دوستوں کو جگایا اور کہا کہ مکان خطرے میں ہے اس میں سے نکل چلنا چاہئے۔ سب دوستوں نے نیند کی وجہ سے پرواہ نہ کی اور یہ کہہ کر سو گئے کہ آپ کو وہم ہو گیا ہے۔ مگر آپ کا احساس برابر ترقی کرتا چلا گیا۔ آخر آپ نے پھر ان کو جگایا اور توجہ دلائی کہ چھت میں سے چڑ چڑاہٹ کی آواز آتی ہے۔ مکان خالی کر دینا چاہئے۔ انہوں نے کہا معمولی بات ہے ایسی آواز بعض جگہ لکڑی میں کیڑا لگنے سے آیا ہی کرتی ہیں۔ آپ ہماری نیند کیوں خراب کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر اصرار کیا کہ اچھا آپ لوگ میری بات مان کر ہی نکل چلیں۔ آخر مجبور ہو کر لوگ نکلنے پر رضامند ہوئے۔ حضرت صاحب کو چونکہ یقین تھا کہ خدا میری حفاظت کے لئے مکان (کے) گرنے کو روکے ہوئے ہے۔ میری حفاظت کی وجہ سے مکان کے گرنے کو روکے ہوئے ہے اس لئے آپ نے انہیں کہا کہ پہلے آپ نکلو پیچھے میں نکلوں گا۔ جب وہ نکل گئے اور بعد میں حضرت صاحب نکلے تو آپ نے ابھی ایک ہی قدم سیڑھی پر رکھا تھا کہ چھت گر گئی۔ دیکھو آپ انجینئر نہ تھے کہ چھت کی حالت کو دیکھ کر سمجھ لیا ہو کہ گرنے کو تیار ہے۔ علاوہ ازیں جب تک آپ اصرار کر کے لوگوں کو اٹھاتے رہے اس وقت تک چھت اپنی جگہ پر قائم رہی اور جب تک آپ نہ نکل گئے تب تک بھی نہ گری۔ مگر جونہی کہ آپ نے پاؤں اٹھایا چھت زمین پر آ گری۔ یہ امر ثابت کرتا ہے کہ یہ بات کوئی اتفاقی بات نہ تھی بلکہ اس مکان کو حفیظ ہستی اس وقت تک روکے رہی جب تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی حفاظت اس حفیظ کے مدِّنظر تھی اس مکان سے نہ نکل آئے۔ پس صفت حفیظ کا وجود ایک بالا رادہ ہستی پر شاہد ہے اور اس کا ایک زندہ گواہ ہے۔''

(ماخوذ از ہستی باری تعالیٰ، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 324-325)

پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سلوک کا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں امرتسر سے یکے پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ ایک بہت موٹا تازہ ہندو بھی میرے ساتھ ہی یکّے پر سوار ہوا۔ وہ مجھ سے پہلے یکّے کے اندر بیٹھ گیا اور اپنے آرام کی خاطر اپنی ٹانگوں کو اچھی طرح پھیلا لیا حتی کہ اگلی سیٹ جہاں میں نے بیٹھنا تھا وہ بھی بند کر دی۔ (اس میں بھی روک ڈال دی۔) چنانچہ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) میں تھوڑی سی جگہ میں بیٹھا۔ ان دنوں دھوپ بہت سخت پڑتی تھی کہ انسان کے ہوش باختہ ہو جاتے تھے۔ مجھے دھوپ سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے (کیا انتظام کیا کہ) ایک بدلی بھیجی جو ہمارے یکّے کے ساتھ ساتھ سایہ کرتی ہوئی بٹالے تک آئی۔ یہ نظارہ دیکھ کر وہ ہندو کہنے لگا کہ آپ تو خدا تعالیٰ کے بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 534-535)

پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسا سلوک کرتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے مگر عبودیت شرط ہے اور ایسے انسان کا انجام ضرور بخیر ہو گا بظاہر وہ دنیا کی ظاہر بین نظروں میں ذلیل ہوتا نظر آ رہا ہو گا لیکن انجام کار اس کو عزت حاصل ہو گی۔ بظاہر وہ بدنام بھی ہو رہا ہو گا لیکن انجام کار نیک نامی اسی کو حاصل ہو گی۔ گویا اس شخص کی ابتدا عبودیت سے اور انجام استعانت پر ختم ہو گا۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا صحیح عابد بن کر اس کی عبادت کی جائے، اس کی بندگی اختیار کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی مدد پھر شامل حال رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شر کے خلاف پھر مدد فرماتا ہے۔

ایک عام پیر اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرستادے کے نیک اثر ڈالنے اور نیکیاں بانٹنے اور اپنے مریدوں کی اصلاح کرنے اور انسانیت کے لئے درد میں کیا فرق ہوتا ہے؟ اس کی ایک مثال دیتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''حضرت منشی احمد جان صاحب لدھیانہ والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے مگر ان کی روحانی بینائی اتنی تیز تھی کہ انہوں نے دعوے سے پہلے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا کہ

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ　　　تم مسیحا بنو خدا کے لئے

انہوں نے (یعنی منشی احمد جان صاحب) نے اپنی اولاد کو نصیحت کی تھی کہ میں تو اب مر رہا ہوں مگر اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ مرزا صاحب نے ضرور ایک دعویٰ کرنا ہے اور میری وصیت تمہیں یہی ہے کہ مرزا صاحب کو قبول کر لینا۔ غرض اس پائے کے وہ روحانی آدمی تھے۔ انہوں نے اپنی جوانی میں بارہ سال تک وہ چکّی جس میں بیل جویا جاتا ہے اپنے پِیر کی خدمت کرنے کے لئے چلائی۔ (پیر صاحب نے جو بیل لگتا ہے اس کی جگہ ان کو ایک چکّی پر لگا دیا تھا تا کہ وہ چکّی چلے) اور بارہ سال تک اس کے لئے آٹا پیستے رہے۔ تب انہوں نے روحانیت کے سبق ان کو سکھائے۔'' (یعنی بارہ سال تک جب وہ بیل کی طرح چکّی

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths
Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)
•Asylum & Immigration
•New Point Based System
•Settlement Applications (ILR)
•Post Study Work Visa
•Nationality & Travel Documents
•Human Rights Applications
•High Court of Appeals
قانونی مشاورت
برائے اسائلم
• Switching Visas
• Over Stayers
• Legacy Cases
• Work Permits
• Visa Extensions
• Judicial Reviews
• Tribunal Appeals
HEAD OFFICE
190 Merton High Street , Wimbledon,London, SW19 1AX
(1 minute from South Wimbledon Tube Station)
Tel: 02085 401 666, Fax: 02085 430 534
BRANCH OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service
Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)

پیٹتے رہے تب پیر صاحب نے ان کو روحانیت کے کچھ سبق دیئے۔) فرماتے ہیں ”تو وہ لوگ جو روحانی کہلاتے تھے (اس زمانے میں جو پیر تھے، جو لوگ روحانی کہلاتے تھے) وہ بھی لوگوں کو روحانی باتیں بتانے میں سخت بخل سے کام لیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف وہ ساری باتیں دنیا کو بتا دیں بلکہ اس سے ہزاروں گنا زیادہ اَور باتیں بھی ایسی بتائیں جو پہلے لوگوں کو معلوم نہیں تھیں اور اس طرح علوم کو آپ نے ساری دنیا میں بکھیر دیا۔ مگر جیسا کہ حدیثوں میں خبر دی گئی تھی دنیا نے اس کی قدر نہ کی۔ (خطبات محمود جلد 25 صفحہ 23-24)

پس بظاہر روحانی لوگ اس شخص کا مقابلہ نہیں کر سکتے جس کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے مامور کیا ہو کہ دنیا کی اصلاح کرنی ہے، اس کی روحانیت میں اضافہ کرنا ہے، اسے خدا تعالیٰ کے قریب لانا ہے جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ”وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتے میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں۔“

پھر آپ نے فرمایا کہ ”دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہوگئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھلاؤں۔“

فرمایا: ”اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔“

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 180)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے ہوں۔ دینی سچائیوں کو پہچان کر ان پر عمل کرنے والے ہوں۔ روحانیت میں ترقی کرنے والے ہوں اور توحید کی حقیقی چمک سے حصہ پانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو بھی اس پہچان کی توفیق عطا فرمائے اور خاص طور پر مُسلم اُمّہ کو یہ توفیق دے کہ وہ مسیح اور مہدی معہود علیہ السلام کے درد کو سمجھتے ہوئے اس کی بیعت میں آنے کی توفیق پائیں۔

نمازوں کے بعد مَیں دو جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ ایک تو مکرم نعمان احمد نجم صاحب ابن مکرم چوہدری مقصود احمد صاحب ملیر رفاہِ عام سوسائٹی کراچی کا ہے۔ مکرم نعمان احمد صاحب نجم کو کراچی میں مخالفین احمدیت نے مؤرخہ 21/ مارچ 2015ء کو شام تقریباً پونے آٹھ بجے ان کی دکان پر آ کر فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ انّا لِلّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ اس روز شام پونے آٹھ بجے شہید مرحوم اپنے سٹور پر تھے۔ دو مسلح افراد نے سٹور پر آ کر فائرنگ کر دی۔ ایک گولی سینے میں لگی اور دل کو چھوتی ہوئی آر پار ہوگئی۔ قریبی دکانداروں نے ان کے بھائی مکرم عثمان احمد صاحب کو فون کر کے اطلاع دی۔ پھر ریسکیو والوں کو بھی اطلاع دی۔ وہ فوری طور پر دکان پر آئے۔ نعمان صاحب کو شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جا رہے تھے لیکن راستے میں ہی وہ شہید ہوگئے۔ انّا لِلّٰہ و انّا الیہ راجعون۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم چوہدری منظور احمد صاحب ابن مکرم چوہدری کریم الدین صاحب کے ذریعے ہوا تھا جنہوں نے خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کی تھی۔ چوہدری منظور احمد صاحب کے والدین چھوٹی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ والدین کی وفات کے بعد چوہدری منظور صاحب قادیان چلے گئے جہاں بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ابتدائی تعلیم بھی قادیان میں حاصل کی۔ وہیں پر محترمہ صفیہ صادقہ صاحبہ بنت مکرم مبارک علی صاحب کے ساتھ شادی ہوئی۔ پھر قیام پاکستان کے بعد ہڑپہ ساہیوال میں آ گئے۔ شہید مرحوم کے والد مکرم مقصود احمد صاحب ربوہ میں ہی پیدا ہوئے۔ پھر یہ وہاں ربوہ سے بھی شفٹ کر گئے۔ شہید مرحوم کے دادا نے گوجرانوالہ میں ملازمت کی وجہ سے 1968ء میں مع فیملی رہائش اختیار کر لی۔ 1974ء میں جب گوجرانوالہ میں ہنگامے ہوئے تو احمدیہ بیت الذکر کی حفاظت کرتے ہوئے شہید مرحوم کے دادا مکرم چوہدری منظور احمد صاحب، چچا مکرم محمود احمد صاحب اور پھوپھا مکرم سعید احمد صاحب بھی شہید ہوگئے۔ ان سے پہلے اس خاندان میں یہ تین شہداء تھے۔ ان حالات کی بناء پر یہ خاندان 1976ء میں کراچی شفٹ ہوگیا۔

نعمان احمد نجم صاحب 26/ جنوری 1985ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم ایم بی اے تھی۔ اس کے بعد انہوں نے 2008ء میں اپنے کمپیوٹر ہارڈ ویئر کا بزنس شروع کر دیا۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ نہایت ایماندار، نیک دل، نیک سیرت، شریف النفس اور ملنسار تھے۔ نہایت مخلص اور فدائی نوجوان تھے۔ ملازمین کو بھی چھوٹے بھائیوں کی طرح رکھا ہوا تھا۔ نگر پارکر مٹھی میں جماعت کے زیر انتظام قائم شدہ کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ اور مشن ہاؤس کے لئے کچھ کمپیوٹر اور متعلقہ سامان تحفے کے طور پر پیش کیا۔ وہاں سسٹم خود انسٹال (install) کر کے آئے۔ شہید مرحوم کی خواہش تھی کہ اپنے دادا مکرم چوہدری منظور احمد صاحب شہید کے نام سے ایک کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ بنائیں تا کہ ان کے شہید دادا کا نام ہمیشہ زندہ رہے اور اسی لئے انہوں نے مٹھی میں کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ کو کچھ سامان اور کمپیوٹر وغیرہ تحفہ بھی دیئے تھے۔ بڑی ہردلعزیز شخصیت تھے۔ غیر از جماعت لوگ بھی کہتے تھے کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ اس وقت رفاہِ عام سوسائٹی میں بحیثیت قائد مجلس خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لینے والے تھے۔ مخالفین کی طرف سے ان کو دھمکیاں ملتی رہتی تھیں لیکن اپنے چھوٹے بھائیوں کو ہمیشہ محتاط رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ چھ ماہ قبل شہید مرحوم اپنا کاروباری سامان لے کر آ رہے تھے کہ اس وقت ان کو نامعلوم افراد نے روک کر سامان بھی لے لیا اور رقم بھی لوٹ لی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم آئے تو تم کو مارنے تھے مگر چونکہ رقم مل گئی ہے اس لئے چھوڑ رہے ہیں۔

شہید مرحوم کے پسماندگان میں والد مکرم چوہدری مقصود احمد صاحب، والدہ محترمہ صفیہ صادقہ صاحبہ اور دو بھائی ذیشان محمود اور عثمان احمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند کرے اور ان کے لواحقین کو، والدین کو، بھائیوں کو حوصلہ دے۔

خرم احمد صاحب معلم سلسلہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ شہید بڑے نرم گو تھے۔ محبت کرنے والے تھے۔ جماعتی خدمت کا جذبہ رکھنے والے نوجوان تھے اور بڑی محنت سے انہوں نے وہاں انسٹال کیا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے۔ کئی دفعہ وہاں نگر پارکر میں آتے تھے جو سندھ کا بڑا دور دراز علاقہ ہے۔ کئی بار جب وہاں پہنچتے تو ان کو کہا جاتا کہ آپ تھکے ہوئے ہیں آرام کر لیں، پھر کام کریں لیکن ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ ہم مجاہد ہیں۔ ہمیں شہری دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم نازک مزاج ہیں۔ اور ہمیشہ خدمت کے لئے تیار رہتے۔ سابق قائد علاقہ منصور صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں ان کو اس وقت سے جانتا ہوں جب یہ بارہ سال کے تھے اور اطفال میں تھے۔ ہمیشہ بڑے شوق اور جوش اور ولولے سے جماعتی کاموں میں، مقابلوں میں حصہ لیا کرتے تھے۔ ہمیشہ پوزیشن لیتے تھے اور کہتے تھے میری پوزیشن ہمیشہ اوّل ہی آتی ہے۔ اسی کے لئے کوشش کرتے۔ کبھی دوم اور سوم پوزیشن پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ سکول کے بعد اپنے والد صاحب کی دوکان پر ان کا ہاتھ بٹاتے لیکن ساتھ ہی جماعتی ذمہ داریوں کو بھی انجام دے رہے ہوتے اور یوں لگتا تھا کہ وہ اپنے گھر یا ذاتی کاموں کو اتنا وقت نہیں دیتے جتنا وقت وہ جماعت کو دیا کرتے تھے۔ اَور نوجوانوں کی طرح کبھی اپنے وقت کو انہوں نے ضائع نہیں کیا۔ انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ بات کرنے والے تھے۔ ٹومی کالون صاحب کے بھی رشتے دار ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان نے کوشش کی کہ وہ پاکستان سے باہر آ جائیں بڑا اصرار کیا لیکن وہ پاکستان چھوڑنے پر راضی نہیں تھے۔

عمران طاہر صاحب مربی سلسلہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرے عزیز بھی تھے۔ بیس سال کے عرصہ میں میں نے انہیں ایک دفعہ بھی کسی پر چلّاتے نہیں دیکھا۔ سختی سے بات کرتے نہیں دیکھا۔ عاجزی، مسکینی اور حلم کی تصویر تھے۔ نہایت باادب اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ کینیڈا میں ان کی ایک خالہ زاد عزیزہ ہیں وہ کہتی ہیں (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا) کراچی کے حالات کے پیش نظر ان سے ہجرت کرنے کے لئے کہا جاتا لیکن انہوں نے ہمیشہ ہر قسم کے حالات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی والدہ کے ساتھ پاکستان رہنا ہی پسند کیا۔ اپنی والدہ کی ہر خواہش اور ضرورت کا خیال رکھنے والے تھے۔

مشہود حسن خالد صاحب مربی ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن خاکسار شہید مرحوم کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ شہید مرحوم نے کہا کہ وہ کون خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جو شہید ہوتے ہیں۔ شاید ان کی یہ تمنا ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم انجینئر فاروق احمد خان صاحب نائب امیر جماعت ضلع پشاور کا ہے۔ فاروق احمد خان صاحب مکرم محمود احمد خان صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ شوریٰ کے بعد ربوہ سے پشاور جا رہے تھے۔ گاڑی کا ٹائر برسٹ (burst) ہو گیا جس کی وجہ سے حادثہ پیش آیا اور چکوال کے قریب گاڑی سے باہر سڑک پر آ گرے جس کی وجہ سے زیادہ چوٹیں آئیں۔ ہائی وے پولیس نے ان کو فوری طور پر چکوال ہسپتال پہنچایا لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ اِنّالِلّٰہ وانّا اِلَیہ راجعون۔

فاروق صاحب کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم احمد گل صاحب کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن خلافت ثانیہ میں پھر یہ غیر مبائعین میں چلے گئے۔ بعد میں فاروق خان صاحب نے خود 1989ء (Eighty nine) میں بیعت کی اور جماعت احمدیہ مبائعین میں شامل ہوئے۔ پھر اس کے بعد ان کے دو بھائیوں نے بھی بیعت کر لی۔ 1954ء میں یہ پیدا ہوئے تھے۔ مائننگ انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کی۔ پھر حکومت کے مائننگ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتے رہے۔ 1985ء میں ایک احمدی خاندان میں ان کی شادی ہوئی اور بڑے ملنسار، نیک سیرت، شریف النفس تھے۔ جماعت احمدیہ پشاور کے سیکرٹری اصلاح وارشاد کی حیثیت سے بھی انہوں نے کام کیا۔ مرحوم خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے پسماندگان کو بھی اللہ تعالیٰ صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ دو بیٹے بعمر 25 سال اور 17 سال اور ایک بیٹی سوگوار ہیں۔

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بتاریخ 28 فروری 2015ء بروز ہفتہ قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم چوہدری محمد اسلم صاحب (ابن مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب۔ آف ٹوٹنگ) کی نماز جنازہ حاضر** پڑھائی۔

مکرم چوہدری محمد اسلم صاحب (ابن مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب۔ آف ٹوٹنگ) 24 فروری 2015ء کو 70 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے لمبا عرصہ اپنے گاؤں چک نمبر 37 جنوبی سرگودھا میں قائد مجلس خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ 1991ء میں آپ یوکے شفٹ ہوگئے اور یہاں مسجد بیت الفتوح میں سیکورٹی میں خدمت بجالاتے رہے۔ انتہائی شریف النفس، خوش مزاج، چندہ جات میں باقاعدہ، غریب پرور، نیک اور مخلص انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ انتہائی محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ آپ کو اپنے گاؤں میں احمدیہ مسجد کی تعمیر میں نمایاں حصہ لینے کی توفیق ملی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحوم موصی تھے۔

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی:

(1) مکرم Fafanding E. K. Darbo صاحب (صدر انصاراللہ گیمبیا)

آپ 13 فروری 2015ء کو 60 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو 1970ء میں قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ بیعت کے بعد آپ کو بہت سی مشکلات اور ابتلاؤں سے گزرنا پڑا مگر آپ نے بڑی استقامت سے ان کا مقابلہ کیا اور احمدیت پر آخر وقت تک ثابت قدم رہے۔ آپ کو صدر جماعت، افسر جلسہ سالانہ اور نائب امیر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ بوقت وفات آپ صدر مجلس انصاراللہ گیمبیا کے علاوہ سیکرٹری جائداد کے طور پر خدمت بجالا رہے تھے۔ آپ انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے اور بہت محنت اور اخلاص کے ساتھ تمام ذمہ داریاں ادا کرتے تھے۔ بہت نیک، نرم دل، منکسر المزاج، ہمدرد، ملنسار اور مخلص انسان تھے۔ مالی قربانی اور صدقات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ مرحوم کامیاب داعی الی اللہ بھی تھے۔ ان کے ذریعہ بہت لوگوں کو قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ خطبات اور خطابات کے لوکل زبان میں ترجمہ کی بھی توفیق پائی۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی اور نظام جماعت کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ پسماندگان میں دو بیگمات کے علاوہ تین بیٹیاں اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(2) مکرم مطیع اللہ صاحب (ابن مکرم مبارک احمد صاحب مرحوم۔ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ)

آپ 12 جنوری 2015ء کو ایک روڈ ایکسیڈنٹ کے نتیجہ میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت چوہدری مولا داد صاحب صحابیؓ حضرت مسیح موعودؑ کے پڑپوتے تھے۔ آپ کو اپنی جماعت میں سیکرٹری وقف جدید کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ پنجوقتہ نمازوں کے پابند، باقاعدگی سے تلاوت کرنے والے، مہمان نواز اور مخلص انسان تھے۔ 12 سال قبل شادی ہوئی لیکن کوئی اولاد نہیں تھی۔ مرحوم موصی تھے۔

(3) مکرمہ رضیہ ملک صاحبہ (اہلیہ مکرم حمیداللہ خان ملک صاحب۔ سیالکوٹ)

آپ 29 جنوری 2015ء کو بقضائے الٰہی کینیڈا میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت ملک حسن محمد صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی اور حضرت شیخ نور احمد صاحب سابق مختار عام خاندان حضرت اقدس کی نواسی تھیں۔ آپ کو لمبا عرصہ ندیم آباد ڈسکہ میں صدر لجنہ اماء اللہ کی حیثیت سے خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ بہت دیندار، غریب پرور، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ آپ کو بے شمار احمدی اور غیر از جماعت بچیوں کو قرآن کریم پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(4) مکرمہ امۃ الرؤف صاحبہ (اہلیہ مکرم مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی (مرحوم) مربی سلسلہ۔ ربوہ)

آپ 26 جنوری 2015ء کو 91 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔ آپ پابند صوم و صلوٰۃ، تہجد گزار، روزانہ تلاوت قرآن کریم کرنے والی، بہت دعا گو، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ اپنے بچوں اور نواسوں کی دینی تعلیم و تربیت کا خصوصی خیال رکھتی تھیں اور انہیں خلفاء کرام، بزرگان دین اور واقفین زندگی کے ایمان افروز واقعات سنایا کرتی تھیں۔ اسلامی پردہ کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ 1989ء میں جوبلی جلسہ سالانہ یوکے میں شریک ہونے کے بعد جرمنی گئیں۔ اپنے بیٹے سے کہا کہ مجھے جماعت کی سب مسجدیں اور نماز سنٹر دکھاؤ تاکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی عینی شاہد بن جاؤں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(5) مکرمہ خالدہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم ناصر احمد صاحب واہلہ۔ امیر ضلع عمرکوٹ)

آپ 30 جنوری 2015ء کو 56 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو 15 سال صدر لجنہ اماء اللہ مجلس نسیم آباد فارم کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ آپ صوم و صلوۃ کی پابند، تہجد گزار، دعا گو، باقاعدگی سے تلاوت قرآن کریم کرنے والی، نہایت خوش اخلاق، ملنسار اور بیشمار خوبیوں کی مالک ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے گہری محبت تھی اور ہر تحریک پر فوراً لبیک کہنے کے لئے کوشاں رہتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(6) مکرمہ امۃ القیوم صاحبہ (اہلیہ مکرم چوہدری نسیم احمد صاحب آف حیدرآباد)

آپ 30 جنوری 2015ء کو طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے 9 سال صدر لجنہ اماء اللہ حیدرآباد اور سات سال صدر لجنہ ضلع حیدرآباد کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ آپ بہت عبادت گزار، قرآن کریم سے محبت رکھنے والی، غریب پرور، مہمان نواز نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ کئی بچوں اور عورتوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ بیماری کا طویل عرصہ بہت صبر سے گزارا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(7) مکرم محمد سلیم احمد گیلانی صاحب (جرمنی)

آپ 4 فروری 2015ء کو 65 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد 1966ء میں 17 سال کی عمر میں جب بیعت کی سعادت حاصل کی تو خاندان اور والدہ کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ ثابت قدم رہے۔ 1976ء میں جرمنی آگئے جہاں Bad Nauheim (باڈنوہائم) میں پہلے صدر جماعت اور پھر فرینکفرٹ سٹی میں سیکرٹری تعلیم اور پھر نیشنل مجلس عاملہ میں سیکرٹری وصایا کی حیثیت سے خدمات بجالانے کی توفیق پائی۔ آپ حافظ قرآن تھے۔ بچوں اور بچیوں کو تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھانے کے لئے کلاسز بھی لیتے رہے۔ آپ کو دو سال قبل حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ آپ ایک فدائی احمدی اور بہت ملنسار، خوش اخلاق اور احمدیت کے لئے غیرت رکھنے والے مخلص انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(8) مکرمہ امۃ الاعلیٰ صاحبہ (اہلیہ مکرم طاہر عمران خان صاحب۔ اسلام آباد پاکستان)

آپ 7 فروری 2015ء کو طویل علالت کے بعد بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم عبدالخالق بٹ صاحب سابق امیر جماعت ایران کی بیٹی تھیں۔ بہت دعا گو، خوش اخلاق، مہمان نواز، ہمیشہ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے کوشاں رہنے والی اور بہت سے خوبیوں کی مالک نیک اور مخلص خاتون تھی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(9) مکرم نصیرالدین صاحب (سرینام، جنوبی امریکہ)

آپ 7 فروری 2015ء کو مختصر علالت کے بعد 67 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو 1979ء میں قبول احمدیت کی سعادت حاصل ہوئی اور تادم آخر پورے صدق اور وفا کے ساتھ ایمان پر قائم رہے۔ بڑے کامیاب داعی اللہ تھے۔ مختلف حیثیتوں سے جماعتی خدمت کی بھی توفیق ملی۔ آپ کو درّثمین کی بہت سی نظمیں یاد تھیں اور لمبا عرصہ جماعتی پروگراموں میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام سنانے کی توفیق پائی۔ اپنے بچوں کی تربیت کے لئے احسن رنگ میں کوشاں رہے اور اپنے عمل سے بچوں کو باقاعدگی سے نماز پڑھنے اور جماعت کا فعال وجود بننے کی تلقین کرتے رہے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے بیٹے مکرم شمشیر علی صاحب آجکل سرینام جماعت کے نیشنل صدر ہیں۔

(10) مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم رشید احمد صاحب معاون ناظر امور عامہ ربوہ)

آپ 8 فروری 2015ء کو 76 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بہت نیک سیرت، باوفا، چندہ جات کی ادائیگی میں نمایاں، پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنے والی، صابرہ و شاکرہ اور بہت سی خوبیوں کی حامل مخلص خاتون تھیں۔ اپنے بچوں کی بہت اچھی دینی تربیت کی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ 8 بچے بچیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

(11) مکرم میر نورالدین صاحب (دارالنصر وسطی ربوہ)

آپ 2 اکتوبر 2014ء کو 94 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت الف دین صاحبؓ آف چونڈہ ضلع سیالکوٹ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ آپ کو 6 ماہ فرقان فورس میں خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ نماز باجماعت کے پابند، دیندار، دعا گو، چندہ جات میں باقاعدہ اور مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے، غریب پرور نیک اور مخلص انسان تھے۔ خلافت سے گہری وابستگی اور محبت کا تعلق تھا۔ 1987ء سے ہر سال بڑی باقاعدگی سے جلسہ سالانہ UK میں شمولیت اور حضور انور سے ملاقات کے لئے لندن آیا کرتے تھے۔

(12) مکرم ڈاکٹر مظفر احمد گوندل صاحب (سرگودھا)

آپ 16 اکتوبر 2014ء کو 65 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ اپنی جماعت کے فعال رکن تھے۔ آپ کو قائد ضلع، قائد علاقہ مجلس خدام الاحمدیہ اور ناظم ضلع مجلس انصاراللہ کی حیثیت سے خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ بوقت وفات آپ نائب امیر سرگودھا شہر خدمت کی توفیق پارہے تھے۔ آپ اپنی ذمہ داریاں بہت احسن رنگ میں ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کو اسیر راہ مولیٰ رہنے کی سعادت بھی ملی۔

(13) عزیزہ نورالایمان (بنت مکرم وقاص احمد چوہدری صاحب مربی سلسلہ۔ محمد نگر لاہور)

آپ 14 جنوری 2015ء کو صرف 3 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بہت ذہین اور لائق بچی تھی۔ کم عمری میں ہی باتیں کرنا شروع کردی تھیں۔ جب بھی MTA پر حضور انور کا خطبہ لگتا تو کہتی کہ حضور آگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز
میاں حنیف احمد کامران
ربوہ 0092 47 6212515
28 لندن روڈ، مورڈن SM4 5BQ
0044 203 609 4712
0044 740 592 9636

R & R
CAR SERVICES LTD
Abdul Rashid
Diesel & Petrol Car Specialist
Unit-15 Summerstown, SW17 0BQ
Tel: 020 8877 9336
Mob: 07782333760

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

مستقبل میں وحی والہام

انتخاب از کتاب' الہام، عقل، علم اور سچّائی' ۔
تصنیف حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللّٰہ

حیوانات، قدرت کی نعمتوں میں سے جو بھی میسر آجائے اس پر گزر اوقات کر لیتے ہیں۔ وہ نہ تو اپنے ماضی کی یادوں میں کھوئے رہتے ہیں اور نہ ہی آئندہ کے متعلق سنہرے خواب دیکھا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس عالم حیوانات میں انسان کو ایک منفرد حیثیت حاصل ہے۔ شاذ ہی وہ کبھی اپنے حال پر قانع ہوتا ہے۔ یا تو وہ ماضی کی یادوں میں کھویا رہتا ہے یا پھر اس سہارے پر زندہ رہتا ہے کہ مستقبل میں اچھے دن آنے والے ہیں۔ اس کی ان امیدوں کا تعلق بالعموم اقتصادی، سیاسی یا مذہبی معاملات سے ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم خصوصیت سے اس کی مذہبی امیدوں اور ارادوں کے حوالہ سے گفتگو کریں گے۔

تمام بڑے مذاہب ایک عظیم الشان روحانی وجود کے ظہور کی خبر دیتے ہیں جو بنی نوع انسان کیلئے امید کے ایک نئے دور کا آغاز کرے گا اور انہیں ایک آسمانی جھنڈے تلے جمع کر دے گا۔ یہ وہ 'ارض موعودہ' ہے جس تک تمام مذاہب ایک نہ ایک دن پہنچنے کی امید رکھتے ہیں اور بالآخر اپنی مرضی کے مطابق حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ جنت ارضی ہے جو تمام مذاہب کی مستقبل سے وابستہ توقعات کا مرکزی نقطہ ہے مگر افسوس! یہی نقطہ انتشار کا باعث بھی ہے۔ یعنی خوابوں میں تو اشتراک نظر آتا ہے مگر تعبیروں میں نہیں۔ اس عقیدہ پر تو سب متفق ہیں کہ نسل انسانی کے نجات دہندہ کے طور پر ایک آسمانی وجود یقیناً ظاہر ہوگا لیکن جب اس وجود کی تعیین کا سوال اٹھتا ہے تو مذاہب کا باہمی اختلاف انتہائی سنگین صورت اختیار کر جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا وہ کرشن جی مہاراج ہوں گے یا یسوع مسیح۔ زرتشت ہوں گے یا گوتم بدھ یا پھر کنفیوشس یا تاؤ۔ ہر مذہب ایک مختلف نام اور منصب کے حامل وجود کے ظہور کی امید لگائے بیٹھا ہے اور ہر مذہب یہی توقع رکھتا ہے کہ آنے والے کا ظہور اسی سے مخصوص ہوگا۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں ایک نجات دہندہ کے ظہور کیلئے وہ دروازے جو پہلے کھلے نظر آتے تھے اب بند ہوتے دکھائی دیتے ہیں اور ہر وہ قوم جو اپنے مذہب کے علاوہ دیگر تمام مذاہب کو باطل سمجھتی ہے، اپنے مذہب کے علاوہ تمام دروازے بند کر دیتی ہے۔ اسی طرح اس کا اپنا دروازہ اوروں کو بھی بند دکھائی دیتا ہے۔ گویا پہلے تو سب مل کر ایک عالمگیر نجات دہندہ کی آمد کے گیت گا رہے تھے مگر جونہی اس نجات دہندہ کے تشخص کا سوال اٹھا ہر ایک نے اپنا اپنا الگ راگ الاپنا شروع کر دیا۔ بالفاظ دیگر اگر یہ موعود ان کی خود ساختہ تعبیروں کے مطابق ہوا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ کسی اور کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ افسوس! یہی وہ انجام ہے جو ان لوگوں نے اپنی اپنی جگہ تراش رکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب لوگ خدا تعالیٰ کی رضا کی پرواہ نہیں کرتے تو خدا تعالیٰ ان کی خواہشات کی کیوں پیروی کرے گا۔ تو پھر تو یہ لوگ اپنا مزعومہ منجّی اپنی نامعقول اور بے بنیاد امیدوں کے بل پر خود ہی تخلیق کرتے پھریں۔

عالمی سطح پر اس مذہبی تنازعہ کا جائزہ عجیب منظر پیش کرتا ہے۔ ہر قسم کے دعاوی اور ان کی تردید میں تمام دلائل پیش کر چکنے کے بعد مختلف مذاہب کے حامیان کا اتفاق رائے صرف اس امر پر ہوتا ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ ایک دوسرے سے مباحثہ جاری رکھا جائے۔ ان میں سے ہر ایک صرف ایسے ہی مصلح کو قبول کرنے کیلئے تیار ہوتا ہے جو ان کے اپنے عقائد کا حامل اور انہی کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ ان کی باتیں بیکار، امیدیں بے سود اور ان کا منجی محض ایک تصوراتی وجود ہے۔ اگر ایسے منجی کا ظہور ہوا تو کیا وہ تمام مذاہب یا صرف ایک ہی مذہب کی توقعات پر پورا اترے گا؟ درحقیقت اس کا تعلق کس مذہب سے ہوگا جبکہ تمام مذاہب کے پیروکار امید کے چشمہ پر کھڑے یہ گیت گا رہے ہوں گے کہ اس منجی کو ہمارا بنا دے، ہمارا بنا دے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آنے والا ایک ہی وجود ہوگا یا بیک وقت مختلف وجود۔ خدا تعالیٰ کی ذات میں تو کوئی تضاد نہیں اس لئے یا تو وہ ایک ہی شخص کو اپنا پیغام دے کر بھیجے گا یا پھر کسی کو بھی نہیں۔ اس صورت میں مختلف مذاہب کے باہم دست و گریبان فرقوں کا کیا بنے گا جن کے نظریات ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ اب ہم ان لوگوں کے طرز عمل میں پائے جانے والے بنیادی تضادات کا جائزہ لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس رنگ میں یہ لوگ اپنی امیدوں کو پورا ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں وہ قطعی ناممکن ہے۔

مثال کے طور پر **یہودی مدتوں سے مسیح کی آمد کے منتظر ہیں۔** وہ ہزاروں سال سے دیوار گریہ سے اپنا سر ٹکراتے چلے آ رہے ہیں اور مسیح کی جلد آمد کے لئے التجائیں کر رہے ہیں مگر انہیں یہ احساس تک نہیں ہوا کہ وہ تو آ کر چلا بھی گیا۔ لیکن اس کا ظہور اس رنگ میں نہیں ہوا جیسے یہود اس کی توقع کر رہے تھے اور جس کو وہ اس کی آمد سے منسوب کئے بیٹھے تھے۔ تصور تو کریں کہ وہ امید وبیم کی کس کیفیت سے دوچار ہوئے ہوں گے کہ جس دروازہ کو انہوں نے اپنے گمان میں کھول رکھا تھا وہ عملاً مقفل ہو چکا تھا۔ انہیں کیسی شدید مایوسی کا سامنا ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو اپنے محبوب ترین مہمان کا منتظر ہو مگر وہ کوئی روک نہ ہونے کے باوجود بھی نہ آئے۔ درحقیقت وہ تمام لوگ جو کسی روحانی وجود کی آمد کے منتظر ہیں اس کی آمد کے راستہ میں ناقابل عبور روکیں پیدا کرنے کے خود ہی ذمہ دار ہیں۔ بوجوہ وہ اس حقیقت سے بھی بیخبر ہیں کہ اگر ان لوگوں کو اتنا احساس ہی ہو جائے کہ ان کی خود ساختہ توقعات کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتیں تو کم از کم اتنا فائدہ تو ہو کہ انہیں کچھ نہ کچھ قرار آ جائے جو لامحالہ مایوسی کے نتیجہ میں پیدا ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ رکاوٹیں امیدوں کو مسمار کر دیا کرتی ہیں اور اگر حقائق سے نظریں نہ چرائیں تو آتش شوق کے شعلے سرد پڑ جاتے ہیں۔ لیکن ان حقائق سے نظریں چرانے والے اپنی بے چینی اور ناکامی کے خود ہی ذمہ دار ہوا کرتے ہیں۔ اپنی تمام تر دانائی کے باوجود یہود کا اس سادہ سی حقیقت سے آنکھیں بند کر کے اپنے مسیح کی آمد کے انتظار پر اصرار اور ضد اس کی ایک واضح مثال ہے۔ مسیح اب کبھی نہیں آئے گا۔ چیخنے چلانے اور پتھر کی دیوار کے سائے تلے رونے دھونے کے علاوہ اب ان کے مقدر میں کچھ بھی تو نہیں۔ وہ جس کا انہیں انتظار ہے کبھی نہیں آئے گا۔ کبھی نہیں آئے گا۔

لیکن دانائی اور نادانی کے اس عجیب امتزاج کے حامل صرف یہود ہی نہیں بلکہ دیگر اہل مذاہب کا بھی یہی حال ہے۔ وہ بھی یہود کی طرح آخری منجی کے منتظر ہیں۔ گویا ڈرامہ تو وہی ہے البتہ اداکار بدلتے رہتے ہیں۔ یہود کی نجات کے لئے ایک مسیح کی سخت ضرورت تھی جو فی الحقیقت آ بھی گیا لیکن یہ ان کا وہ خیالی مسیح نہیں تھا جس کا وہ انتظار کر رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اسے پہچاننے میں ناکام رہے۔ وہ تو یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ مسیح سر پر تاج سجائے تخت شاہی پر جلوہ گر ہوگا۔ نیز ان کا عقیدہ تھا کہ وہ ایک جنگجو مسیح ہوگا جو ظالم رومی سلطنت کے خلاف اسرائیلی فوجوں کی فاتحانہ شان سے قیادت کرے گا۔ یہود کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب پر دو ہزار سال گزر گئے لیکن ان کی توقعات پر پورا اترنے والا مسیح اب تک نازل نہیں ہوا۔ مرور زمانہ سے دنیا کا سیاسی جغرافیہ بھی بدل چکا ہے اور مسیح کی آمد کی پیشگوئی اپنی اہمیت بھی کھو چکی ہے اور اب تو یہودیہ یا فلسطین نام کی کوئی ریاست بھی رومی سلطنت کے تسلط میں نہیں رہی جس سے نجات دلانا مقصود تھا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ رومی سلطنت جو کسی زمانہ میں آدھی دنیا پر حاکم تھی اب تو وہ دنیا کے نقشہ سے ہی کلیۃً مٹ چکی ہے۔ بے شک نجات کا لفظ تو اب بھی ہم سنتے ہیں لیکن موجودہ دور میں تو اس سے ''یہود کی نجات'' کی بجائے ''یہود سے نجات'' مراد لی جاتی ہے۔

اگرچہ یہود کا یہ عقیدہ درست تھا کہ مسیحؑ کی پیدائش عام انسانوں کی طرح شکم مادر ہی سے ہوگی لیکن انہوں نے مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے کچھ ایسی مافوق الفطرت اور عجیب وغریب شرائط وابستہ کر رکھی تھیں جن کا پورا ہونا کسی طور ممکن نہ تھا۔ مثلاً یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح کی آمد سے پہلے ایلیا کا آسمان سے جسمانی نزول ضروری ہے۔ دراصل یہی وہ عقیدہ تھا جو ان کے زعم میں مسیحؑ کی آمد کے رستہ میں روک بنا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ کی آمد کی نسبت یہود کا عقیدہ دوسرے لفظوں میں مسیحؑ کی آمد کے انکار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

یہودیوں کے بعد اگر عیسائیوں کی طرف نظر دوڑائیں تو ہمیں مذکورہ بالا صورت حال سے کچھ مختلف حالت دکھائی نہیں دیتی۔ ذرا عیسائیوں کے خیالی مسیح کو شان وشوکت کے ساتھ زمین پر دوبارہ اترتے ہوئے تصور کریں جیسا کہ **وہ ظاہری معنوں میں اس کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔** خدا کے بیٹے کا انسانی شکل میں زمین پر یوں شاہانہ انداز میں اترنے کے تخیّل کو ایک دیومالائی داستان ہی کہا جا سکتا ہے۔ چلو اتنا تو ہے کہ مسیحؑ کی آمد ثانی کی اب تک امید لگائے بیٹھے ہیں۔ اور پھر اس کے طفیل ایک طرح کا اندھا اعتقاد ابھی زندہ ہے۔ اگر غیر جانبدارانہ نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس عقیدہ کی نامعقولیت اور کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ کوئی شخص جو عیسائی نہ بھی ہو اور مذہب میں دلچسپی رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو کبھی اس عقیدہ کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ عقیدہ روح اور مادہ کے درمیان ایک نہایت ناقابل قبول اور بے تکے بندھن کا تصور پیش کرتا ہے۔ افسوس کہ عیسائیوں کو اس میں نامعقولیت کا کوئی عنصر نظر نہیں آتا کیونکہ خوش اعتقادی نے انہیں اندھا کر رکھا ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی یہی غیر معقول صورتحال دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی غیر حقیقی اور مافوق الفطرت امیدوں پر بھی چسپاں ہوتی ہے۔ حیرت ہے کہ اوروں کے اعتقادات میں بظاہر نامعقولیت کا شائبہ بھی ان کی صحیح وغلط میں تمیز کی حس کو مجروح کر دیتا ہے لیکن انہیں اپنے اعتقادات کی نامعقولیت خواہ کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو، ہرگز نظر نہیں آتی۔ اگر وہ خود کو دوسروں کی نگاہوں سے دیکھ سکتے تو انہیں اپنی آنکھوں کا بھینگا پن ضرور نظر آ جاتا۔ اگر یہ لوگ عقل سے کام لیتے تو انہیں صاف نظر آ جاتا کہ کسی نبی یا دیوتا کا ایک بار زمین پر آ کر ظاہری معنوں میں جسمانی طور پر دوبارہ آنا عقل اور منطق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ تاریخِ عالم میں کبھی بھی، کہیں بھی نہ تو ایسا ہوا اور نہ ہی مستقبل میں ایسا ہونا ممکن ہے۔ کسی بھی مذہب کے بانی کو کبھی بھی جسمانی طور پر آسمان سے اترتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ ہمیشہ اس کا ظہور معمول کے مطابق معروف انسانی پیدائش کے طور پر ہی ہوا اور بلا استثنا ہر مذہب کے بانی نے جب بھی اپنے عقیدہ کو پیش فرمایا مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے اپنے پیغام کی اشاعت اور بقا کیلئے سخت جدوجہد کرنا پڑی۔ یہی ایک حقیقتِ مثبتہ ہے۔ ہر وہ عقیدہ جو اس حقیقت کے منافی ہوگا اس کی حیثیت محض فرضی اور تخیلاتی ہوگی۔ نتیجۃً احیائے دین کے تمام ایسے وعدوں کو رد کرنا پڑے گا جو سراسر عقل کے منافی ہیں اور نہ ہی مذاہب کی تاریخ میں خدا کی طرف سے کئے گئے اس قسم کے وعدوں کا کہیں ذکر ملتا ہے۔

مسلمانوں کا معاملہ اس عمومی قانون سے بظاہر مختلف معلوم ہوتا ہے لیکن قریب سے دیکھنے والے کو مسلمانوں اور دوسروں کے نقطۂ نظر میں صرف ترتیب ہی بدلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

مسلمان آنحضرت ﷺ کو مطلق آخری نبی مانتے ہیں۔ ختم نبوت کی اصطلاح سے جمہور مسلمان یہی مراد لیتے ہیں۔ **اس کے باوجود وہ بھی آپ ﷺ سے پہلے کے ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بجسد عنصری آسمان سے نازل ہونے کے منتظر ہیں۔ کیا ان کی بعثت آنحضرت ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں ہوگی؟** یہی وہ سب سے اہم اور فیصلہ کن سوال ہے جس کا انہیں جواب دینا ہوگا۔ ان کے نزدیک اس بدیہی تضاد کا حل یہ ہے کہ اگرچہ نبی پیدا تو نہیں ہو سکتا البتہ نئی ضروریات کے پیش نظر کوئی سابقہ نبی واپس آ سکتا ہے۔ اس چال سے بظاہر وہ نبوت کے دروازہ کو بند کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن چور دروازہ سے حضرت مسیحؑ کو اندر لے آتے ہیں۔ **اس دور کے مسلمان خواہ سنّی ہوں یا شیعہ، ختم نبوت کی اس تشریح پر متفق ہیں۔ ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیحؑ کی آمد ثانی نبی کے طور پر ہی ہوگی۔ اور اس کے ساتھ وہ آنحضرت ﷺ کی مطلق خاتمیت کے بھی علمبردار ہیں۔**

جب موعود امام مہدی کے ظہور کی بات ہوتی ہے تو ان کے عقیدہ میں پایا جانے والا تضاد اور بھی کھل کر نمایاں ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت امام مہدی کا مامور من اللہ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے اس پر ایمان لانا ہر مسلمان پر واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت امام مہدی کے اس منصب کے بارہ میں بعد میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا یہاں یہ مختصر ذکر صرف یہ امر واضح کرنے کیلئے کیا گیا ہے کہ امام مہدی کو اگرچہ نبی کا خطاب تو نہیں دیا گیا لیکن اس کا مرتبہ اپنے اندر نبوت کی تمام شرائط رکھتا ہے۔

اس کے بعد اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی کب اور کس صورت میں ہوگی؟ آمد ثانی کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ جمہور مسلمانوں کے عقیدہ سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن یہ آمد ثانی کس رنگ میں ہوگی؟ اس بارہ میں اختلاف ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ بعثت ظاہری ہوگی یا تمثیلی؟ کیا آنے والا وہی شخص ہوگا یا اس کی خوبیوں کا حامل کوئی دوسرا۔ کیا وہ اسلام قبول کرنے والا کوئی عیسائی نبی ہوگا یا ایسا مسلمان نبی جو مسیح کا مثیل ہوگا؟ اس کا باقی مذاہب کے ساتھ کس نوعیت کا تعلق ہوگا؟ یہ وہ پیچیدہ سوالات ہیں جن کا مکمل جواب دینا ضروری ہے۔

اس تعلق میں جماعت احمدیہ کا موقف ہی واحد معقول موقف ہے۔ جماعت احمدیہ اصولی طور پر تمام مذاہب کے اس دعویٰ کو تسلیم کرتی ہے کہ آخری زمانہ میں ایک عالمگیر ربانی مصلح ظاہر ہوگا۔ جب ہندو حضرت کرشن علیہ السلام کی آمد ثانی کی بات کرتے ہیں تو یہ دعویٰ اسی طرح تسلیم کئے جانے کے لائق ہے جیسے عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ حضرت مسیحؑ دوبارہ آئیں گے۔ اسی طرح حضرت زرتشتؑ، حضرت بدھؑ یا حضرت کنفیوشسؑ کے ماننے والوں کا یہ دعویٰ کہ موعود نجات دہندہ دوبارہ دنیا میں ظاہر ہوگا، بھی اسی طرح قابل احترام ہے۔ لیکن بظاہر یہ متضاد دعاوی صرف اسی صورت میں سچے ثابت ہو سکتے ہیں جب انہیں ظاہر کی بجائے استعارہ پر محمول کیا جائے۔ چنانچہ اس صورت میں یہی منطقی استنباط ممکن ہے کہ **موعود مصلح بہر حال ایک ہی شخص ہوگا جو سب کا مظہر ہوگا۔** ورنہ ان تمام پیشگوئیوں کا ظاہری طور پر پورا ہونا ناممکن ہے کیونکہ ان سب کے ساتھ مافوق الفطرت عنصر بھی شامل ہے۔ یہی وہ بات تھی جسے حضرت بانی جماعت احمدیہ نے دنیا کے سامنے ایک ناقابل تردید حقیقت کے طور پر پیش کیا کہ اتنے سارے مصلحین کا بیک وقت ظہور صرف استعارہ کے رنگ میں ہوسکتا ہے نہ کہ ظاہری طور پر۔ چنانچہ آپؑ کا بعینہٖ یہی دعویٰ تھا کہ امام مہدیؑ، عیسیٰؑ، بدھؑ، کرشنؑ اور باقی تمام مصلحین جن کا انتظار کیا جا رہا تھا، کے دوبارہ ظہور کا وعدہ آپؑ کے وجودِ باجُود میں پورا ہوا ہے۔

اس دعویٰ پر غیروں کی طرف سے ہونے والے ردّعمل کو کچھ دیر کیلئے ایک طرف رکھتے ہیں اور مسلمان ملّاؤں کے ردّعمل کا جائزہ لیتے ہیں۔ انہیں حضرت بدھؑ، حضرت کرشنؑ یا کسی دوسرے کی آمدِ ثانی سے جنہیں وہ سرے سے مانتے ہی نہ تھے، کوئی غرض نہیں تھی سوائے اسرائیلی نبی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ انہیں یہ دعویٰ ہضم نہیں ہو رہا کہ کوئی شخص حضرت عیسیٰؑ کا ظل یا بروز ہو۔ کیونکہ ان کے خیالی مسیح کی وفات کا اعلان ہی ان کے نزدیک سخت کفر ہے اور مثیل مسیح کی مسلمانوں میں سے ہی آمد کے تصور سے انہیں ابکائیاں آنے لگتی ہیں۔ یاد رہے کہ برطانوی ہند میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی شہرت ان کے دعویٰ سے پہلے آپ کی تصنیف ''براہین احمدیہ'' کی وجہ سے خوب پھیل چکی تھی۔ آپ کی اس کتاب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرقہ اہل حدیث کے نامور عالم مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آج تک اسلام کے دفاع میں ''براہین احمدیہ'' کے مصنّف سے بڑھ کر خدمت کی توفیق کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

(اشاعۃ السنّۃ۔ جون تا اگست 1884ء۔ نمبر 6 جلد 7۔ صفحہ 169)

مقبولیت کے اس دور میں جب آپؑ نے اچانک یہ اعلان فرمایا کہ اسرائیلی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود نہیں بلکہ وفات پا چکے ہیں تو صورتحال ڈرامائی طور پر یکدم تبدیل ہوگئی۔ وہی علماء جو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی تعریف میں رطب اللسان تھے، یکسر بدل گئے۔ ان کے نزدیک ان کے آقا اور مستقبل کے نجات دہندہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی حیثیت ہی کیا تھی۔ پس راتوں رات آپ کی شہرت آسمان سے زمین پر آ رہی۔ ان کے زعم میں اب ضروری ہو گیا تھا کہ مسیح کی آسمان پر بجسد عنصری موجودگی کے تصور کو بحال کیا جائے۔ اور مثیل مسیح ہونے کے دعویدار کو تو قتل کر دینا چاہئے تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعویٰ نے جو ہلچل مچائی ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں اس سے پہلے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپؑ کے خلاف سبّ وشتم اور دشنام دہی کا بازار گرم ہو گیا۔ جو کل تک ہندوستان کے افق پر ابھرتا ہوا درخشاں ستارہ اور مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز اور اسلام کا محبوب ترین رہنما تھا، اب ان کے نزدیک گردن زدنی ٹھہرا دیا گیا یہاں تک کہ اب وہ ایک عام مسلمان کہلانے کا بھی مستحق نہ رہا۔ مگر یہ مخالفت اسے مرعوب نہ کر سکی اور نہ ہی اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی سے باز رکھ سکی۔

عیسائی بھی معاندانہ رویہ میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ انہوں نے بھی آپؑ اور آپؑ کے مشن کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا حتیٰ کہ برطانوی ہند کی عدالتوں میں آپؑ کے خلاف قتل کے جھوٹے مقدمات قائم کئے گئے۔ لیکن نہ تو آپؑ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش آئی اور نہ ہی آپؑ مرعوب ہوئے۔

صرف یہی نہیں بلکہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے حضرت کرشنؑ کے مظہر ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا جو ہندوستان کے ایک عظیم نبی تھے اور جنہیں ہندو خدائی کا درجہ دیتے ہیں۔ آپؑ نے آریہ سماج کو جو ہندوؤں میں سب سے زیادہ فعّال اور سرگرم فرقہ تھا اپنا دشمن بنا لیا کیونکہ آپؑ نے اسلام اور آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات پر ان کے ظالمانہ حملوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ آپؑ نے ان کے رہنماؤں کو مباہلہ کی دعوت دی تا کہ جھوٹے پر خدا کا عذاب نازل ہو۔

مختصر یہ کہ آپؑ نے دعویٰ کیا کہ آخری زمانہ میں آنے والے تمام مصلحین کی پیشگوئیوں کا مصداق صرف ایک ہی شخص ہے۔ مختلف صحیفوں میں مذکور ناموں اور خطابوں کے اختلافات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اہمیت صرف اس بات کی ہے کہ یہ مصلح براہ راست خدا کی طرف سے مبعوث ہو۔ تعصّب کے مارے ہوئے ان لوگوں کے نزدیک آپؑ کی اور آپؑ کے دعویٰ کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ زیادہ تر یہی لوگ تھے جنہوں نے آپؑ کے انکار میں اس قدر ہٹ دھرمی دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی طرح آپؑ کی بھی تکذیب کی گئی اور انہی کی طرح آپؑ کو بھی خدا کی تائید ونصرت حاصل ہوئی جیسا کہ وہ ہمیشہ سے کرتا چلا آیا ہے۔

تعجب ہے لوگ کیسے بھول جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے انبیاء کے ساتھ ہمیشہ ایک جیسا سلوک فرماتا ہے اور انبیاء کرام بھی اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ آنے والا عالمگیر مصلح بھی صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی کا نمائندہ ہو نہ کہ ان مختلف مذہبی فرقوں کا جو اَب خدا تعالیٰ کے نمائندے نہیں رہے اور جو امید لگائے بیٹھے ہیں کہ آنے والا مصلح ان کے مسخ شدہ عقائد ہی کی تائید کرے گا۔ مصلحین کا تعلق تو اللہ تعالیٰ کے سب بندوں سے ہوتا ہے نہ کہ خلق خدا کے خود ساختہ آقاؤں سے۔

توحید اور رسالت ہر مذہب کے دو بنیادی ارکان ہیں۔ نام اور خطاب مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اصل بات یہ ہے کہ مدعی کا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونا ضروری ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ایک نہیں بلکہ ایک ہی وقت میں متعدد ناموں اور خطابات کی حامل شخصیات بن گئے ہیں۔ لیکن اکثر ملّاؤں نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی اور عوام الناس کو یہ کہہ کر اشتعال دلایا کہ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام موعود انبیاء ایک ہی وقت میں جسمانی طور پر آپؑ کے وجود میں جمع ہو گئے ہیں۔ اس پر عوام کو سخت صدمہ پہنچا کہ آخر ایک ہی شخص بیک وقت کرشن، بدھ، عیسیٰ اور مہدی کیسے ہو سکتا ہے؟ ان میں سے بعض نے تو حقارت سے کہہ دیا کہ مدعی تو یقیناً مجنون معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپؑ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ اسی سلوک کی یاد دلاتا ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کے ساتھ روا رکھا گیا تھا جب آپ ﷺ نے توحید خالص کا علم بلند کیا۔ اس وقت کی مشرک ملائیت نے دانستہ طور پر اس پیغام کو مسخ کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کیا اور لوگوں کو یقین دلا دیا کہ آپ ﷺ نے چالاکی سے ہمارے متفرق خداؤں کو اکٹھا کر کے ایک خدا بنا دیا ہے اور اس کا نام اللہ رکھ دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم اس سلسلہ میں فرماتا ہے:

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهاً وَاحِداً إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۔ (صٓ 6:38)

ترجمہ: کیا اس نے بہت سے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا لیا ہے۔ یقیناً یہ (بات) تو سخت عجیب وغریب ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اپنے مخالفین سے بحث کے دوران جس دانش و دانائی سے کام لیا، ایک غیر متعصب محقق کیلئے اسے سمجھنا چنداں مشکل نہیں۔ آپؑ کا موقف ہمیشہ معقولیت پر مبنی ہوتا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپؑ کے عقائد اور خیالات اسی معقولیت کی کسوٹی پر بآسانی غلط ثابت کئے جا سکتے تھے۔

اگر حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہوتا تو چاہئے تھا کہ ہر مذہب میں الگ نام اور خطاب کا حامل مصلح آتا۔ اس صورت میں دعویٰ اور جواب دعویٰ کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا اور ان میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوتا کہ صرف وہی موعود مصلح کا حقیقی مظہر ہے اور ہر ایک بنی نوع انسان کو یہ کہہ کر بلاتا کہ فقط میں ہی تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ اسی طرح ہر ایک یہ اعلان کرتا کہ دوسرے تمام مدّعی جھوٹے اور کذّاب ہیں۔ اس منظر کا پاگل پن ظاہر و باہر ہے اور ذرہ بھر بھی فہم وفراست رکھنے والا شخص کسی ایسے خدا پر ہرگز ایمان نہیں لا سکتا جو اپنے نام پر اور اپنے حکم سے بنی نوع انسان کو سینکڑوں متحارب گروہوں میں تقسیم کر دے۔

یہ کیسا خدا ہوگا جو حضرت عیسیٰؑ کو عیسائی دنیا میں مبعوث کرے تا کہ وہ تثلیث یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس کے نام پر ساری دنیا کو فتح کرنے کا اعلان کرے اور جب یہ ہو چکے تو وہ حضرت کرشنؑ کے روپ میں سرزمین ہند میں ظاہر ہو جائے اور ہندوستانی لوگوں کو یقین دلا دے کہ خدا نہ تو ایک ہے، نہ دو، نہ تین بلکہ وہ خود خداؤں کا ایک ایسا جمّ غفیر ہے جس کی شخصیات اور مظاہر کا شمار ممکن نہیں۔ اور اسی کو درختوں، سانپوں، بچھوؤں، ہاتھیوں اور بہرہ کر دینے والی آسمانی بجلی کی کڑک کے روپ میں پوجا جائے۔ اسی طرح رات کے گہرے سکوت میں تیرتے ہوئے چاند کی پوجا کی جائے۔ نیز سورج بھی وہ خود ہے اور ان گنت ستارے بھی اسی کی مختلف صورتیں ہیں۔ زمین پر اسے گائیوں، بندروں، ریچھوں، لگڑبگڑوں، شیروں، گھوڑوں، گدھوں اور خشکی و تری نیز فضا میں موجود جانداروں کی بیشمار صورتوں میں صاف پہچانا جائے۔ نیز بدروحوں اور تصوراتی جنوں، بھوتوں کو اسی کی مختلف شکلیں جان کر اس کی پرستش کی جائے اور ببانگ بلند اعلان کرے کہ میری طرف دوڑ کر آؤ اور ''ہماری'' عبادت کرو۔

پیشتر اس کے کہ اس کی آواز اس کے عبادت گزاروں کی 'اے کرشنا، ہرے رام، ہرے رامٗ' کی دعاؤں کے شور میں ڈوب جائے بدھ کی آواز بلند ہوگی جو حضرت کرشنؑ کے ان جملہ اوتاروں کے وجود کا سرے سے انکار کر دے گی اور بقول ان کے ماننے والوں کے حضرت بدھؑ تو بآواز بلند ہستیٔ باری تعالیٰ کے تصور ہی کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے جس کے مطابق حضرت کرشنؑ نے بطور خدا بے شمار شکلیں اختیار کر رکھی ہیں اور بآواز بلند اعلان کریں گے کہ میں بدھ ہوں۔ نہ تو میں خدا ہوں اور نہ ہی میرے سوا کوئی اور خدا ہے۔ فقط میں ہی انسانی عقل ودانش کی انتہا اور کمال ہوں۔ اس جہان میں تمہارے لئے یہی جاننا کافی ہے۔ آؤ تمام خداؤں کا انکار کر کے انسان کی خود تراشیدہ خرافات سے نجات کا جشن منائیں۔ میں نجات دلانے کیلئے ایک بار پھر دنیا میں آیا ہوں جیسا کہ ہر ہزار سال کے بعد میرا ظہور ہوتا رہا ہے اور اب میرے سوا کوئی نہیں جو مجھ سے بہتر تمہاری رہنمائی کر سکے۔

لیکن قبل اس کے کہ وہ ایک ہمہ گیر سنّاٹے میں ڈوب کر اپنے اندرونی خلا کے ازلی ابدی عدم میں واپس چلا جائے ایک اور آواز ہمسایہ ملک ایران سے بلند ہوگی۔ یہ آواز روشنی کے خدا اہورا مزدا (Ahura Mazda) کی ہوگی جو حضرت زرتشتؑ کی زبان پر جاری ہوگی اور کہے گی کہ اے بھارت، تبت اور چین کے سپوتو! جو آواز تم نے ابھی سنی یہ ظلمات کے خدا اہرمن کی آواز تھی جو میرے ساتھ خدائی میں شریک ہے اور یہ وہی ہو سکتا ہے کیونکہ میرے اور اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ اے بنی آدم! غور سے سنو کہ خدا نہ ایک ہے، نہ تین، چار یا پانچ۔ بے شمار خداؤں پر یقین رکھنا سراسر حماقت ہے۔ ہم نہ تو ایک ہیں نہ کئی بلکہ صرف دو ہیں اور باقی سب قصےّ ہیں۔ میں نیکی کا خدا ہوں اور وہ بدی کا۔ یہ صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی آواز تم نے بدھ کے روپ میں اس سے پہلے سنی۔ وہ ظلمت کا خدا ہے جبکہ میں روشنی کا خدا ہوں۔ وہ ہمیشہ میرا انکار کرتا اور مجھے جھٹلاتا آیا ہے اور میرے بندوں کو میری عبادت سے روکتا ہے۔ وہ بنی نوع انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ ہر انسان کی 'انا' پر مسلّط ہوتا ہے اور اس 'انا' کے نام پر حاصل شدہ خراجِ تحسین کا خود کو حقدار سمجھنے لگتا ہے۔ بایں ہمہ میں مانتا ہوں کہ اس کے باوجود بھی وہ خدا ہے مگر تاریک ترین رات کی طرح۔ پس تم صبر کرو لیکن اس سے ہوشیار رہو اور عبادت صرف میری کرو۔

مذکورہ بالا متحارب مذہبی گروہوں کی وجہ سے برپا ہنگامہ کے دوران اسلامی دنیا بھی امام مہدی کے آتے ہی متحرک ہو جائے گی۔ اور اگر وہ بقول جمہور علماء اتنا ہی خونی ہوگا تو پھر تو وہ تلوار لہراتا ہوا آئے گا اور دنیا کی تمام غیر اسلامی حکومتوں کے خلاف جہاد یعنی قتال کا اعلان کر دے گا۔

مذہبی جنون کے اس طوفان میں بالآخر مذہب ہی مورد الزام ٹھہرے گا۔ نامعقولیت اور پاگل پن کے اس اکھاڑے سے معقولیت خدا سے یہ فریاد کرتے ہوئے رخصت ہو گی کہ خدایا! مذہب کو ان خود ساختہ نجات دہندوں سے نجات دلا۔ جب تک تو اس صورت حال سے نمٹنے کیلئے خود کوئی فوری اقدام نہیں فرمائے گا ہندو، عیسائی، زرتشتی، یہودی اور مسلمان یکساں طور پر اسی مصیبت میں گرفتار رہیں گے۔

کوئی معقول آدمی الٰہی ارادوں کی اس نامعقول اور لغو تشریح کی ایک لمحہ کیلئے بھی تائید نہیں کر سکتا۔ مذہبی پیشگوئیوں اور تمثیلات کی تشریح کیلئے عقل سلیم کا استعمال ضروری ہے۔ وحدتِ انسانی کے سنہری دور کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خدا تعالیٰ کے ایک منتخب مذہب میں اس کا بھیجا ہوا ایک فرد واحد مصلح کے طور پر ظاہر نہ ہو۔ اس آخری زمانہ میں مذہبی دنیا کو درپیش مسائل کا واحد حل یہی ہے جسے انہی لوگوں نے کلیۃً رد کر دیا ہے جنہیں اپنی بقا کیلئے اس کی ضرورت ہے۔ اس کی بجائے وہ اپنے مزعومہ سنہری دور کے اس کھوکھلے تصور کے ساتھ چمٹے رہنے پر مصر ہیں جس کی ایک سراب سے زیادہ حیثیت نہیں۔

مذکورہ بالا منظر ہر مذہب کے اندر موجود تناقضات کو واضح کرنے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے۔ کیونکہ بالآخر اسی سے بنی نوع انسان کی نجات وابستہ ہے۔ مگر وہ امید کے دروازے کھول کر خود ہی انہیں بند بھی کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا معاملہ صرف زمانی ترتیب کی حد تک ہی مختلف ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کی مطلق خاتمیت کے عقیدہ کی بنیاد پر ان دروازوں کو پہلے بند کر لیتے ہیں اور پھر فوراً انہیں دوبارہ کھولتے بھی جاتے ہیں۔ مگر ان کے موقف میں کوئی حقیقی تبدیلی نہیں آتی۔ چنانچہ عام اسلامی دنیا کی سٹیج پر جاری ڈرامہ باقی دنیا کی مذہبی سٹیج پر کھیلے جانے والے ڈراموں سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مطلق خاتمیت کے اعلان کے ساتھ ساتھ وہ اسی اشتیاق اور جوش و جذبہ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود سے بھی چمٹے ہوئے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آئیں گے اور آنحضرت ﷺ کے بعد آئیں گے۔ علاوہ ازیں ان کی آمد کا جو اسلوب تجویز کرتے ہیں وہ اس آمد کو یکسر ناممکن بنا دیتا ہے۔ بالفاظ دیگر پرنالہ وہیں رہتا ہے جہاں پر تھا۔

خاتمیت کی حکمت

کسی نبی کا آخری نبی ہونا یا تو اس کے پیغام یا پھر اس کے مقام کے حوالہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اپنے مقام اور پیغام کے اعتبار سے تو آخری ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کم درجہ والا کوئی دوسرا نبی اس کی مُہرِ ختمیّت توڑے بغیر مبعوث ہو جائے۔ اب ہم نبوت کے اسی پہلو کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

قرآنی شریعت اور آنحضرت ﷺ جن پر یہ شریعت نازل ہوئی کی خاتمیت پر تمام مسلمانوں کا پختہ ایمان ہے۔ قرآن کریم جو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے قیامت تک انسانی دست برد سے الٰہی حفاظت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اگر یہ دعویٰ درست ہے جیسا کہ مسلمانوں کا ایمان ہے تو ایسی شریعت کے حامل کو لازماً آخری تشریعی نبی ماننا پڑے گا اور بلا استثناء تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔ **لیکن غیر مسلموں کے نقطۂ نظر سے اس بات کو سمجھنا مشکل ہے کہ کس طرح کوئی کتاب بدلتے ہوئے حالات کے باوجود تمام ضروریات کو پورا کر سکتی ہے۔ اور اگر قرآن کریم کے عالمگیر ہونے کے دعویٰ کو بھی مان لیا جائے تو ایک غیر مسلم کے نزدیک یہ مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ اس بات کی کیا منطقی توجیہ ہو سکتی ہے کہ ایک الہامی کتاب بیک وقت تمام بنی نوع انسان کے جملہ مسائل کا حل پیش کر سکے۔** دنیا میں یورپی، امریکی، افریقی، عرب، روسی، اسرائیلی اور ایشیائی اقوام موجود ہیں جو اپنے اپنے لسانی پس منظر اور لوک ثقافت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ پھر ان کی سیاسی اور سماجی روایات میں اتنا فرق ہے کہ یہ تصور انتہائی مشکل ہے کہ ایک ہی مذہبی شریعت ان سب کو منصفانہ طور پر مطمئن کر سکے۔

ان دونوں سوالات کے جواب میں قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی تمام تعلیمات کی بنیاد انسانی فطرت پر ہے جو زمانی لحاظ سے غیر مبدّل اور تمام انسانوں میں مشترک ہے۔ جو تعلیم بھی فطرت انسانی کے مطابق ہو غیر مبدّل ہوگی۔ چنانچہ قرآن کریم اسی اصول کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔
(سورۃالروم:30)

ترجمہ: پس (اللہ کی طرف) ہمیشہ مائل رہتے ہوئے اپنی توجہ دین پر مرکوز رکھ۔ یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ قائم رکھنے اور قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

بلا شبہ خدا کی تخلیق کردہ فطرت تبدیل نہیں کی جا سکتی حتیٰ کہ ایک دہریہ کو بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ انسانی فطرت ازل سے ہی غیر مبدّل ہے۔ مگر شریعت کی کوئی کتاب جو اس غیر مبدّل فطرت کے مطابق تو ہو، انسانی دست برد کی وجہ سے تحریف کا شکار ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اس خدشہ کے پیش نظر یہ اعلان کرتا ہے کہ یہ کتاب مکمل طور پر محفوظ ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ۔
(سورۃالحجر:15)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

تاریخ نے اس دعویٰ کو درست ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ نبی جس پر یہ شریعت نازل ہوئی ہے، اسے لازماً آخری نبی ماننا پڑے گا اور یہ ایک معقول دعویٰ ہے۔ مگر جب یہ کہا جائے کہ کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں آ سکتا تو یہ بغیر کسی عقلی جواز کے خاتمیت کے غلط معنی کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ جونہی آپ حضرت عیسیٰؑ کو خاتمیت کے اس قاعدہ سے مستثنیٰ قرار دیں گے (جیسا کہ آپ کا موقف ہے) اسی لمحہ آپ مطلق خاتمیت کے اپنے ہی دعویٰ کی تردید کے مرتکب بھی ہو جائیں گے۔

جب ان لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جائے تو وہ یوں بے پروائی ظاہر کرتے ہیں کہ جیسے کوئی مسئلہ موجود ہی نہ ہو۔

دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بطور نبی مبعوث ہونا مطلق خاتمیت کے منافی نہیں۔

☆ حضرت عیسیٰؑ کو انبیاء کی اس جماعت میں سے واپس لایا جائے گا جو آنحضرت ﷺ سے پہلے مبعوث ہوئے تھے۔ چنانچہ یوں آپ ﷺ کی مہر ختمیت نہیں ٹوٹے گی۔ مہر ختمیت تو صرف اسی صورت میں ٹوٹ سکتی ہے کہ اگر خدا آپ ﷺ کے بعد ایک نبی مبعوث کرے خواہ وہ صاحب شریعت نہ بھی ہو اور بیشک آپ ﷺ ہی کی امت کا ایک فرد ہو۔

☆ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت وہی ہوگی جو انہیں اسلام سے پہلے ملی تھی۔ لیکن چونکہ بعثت ثانیہ میں وہ آنحضرت ﷺ کے ماتحت ہوں گے اس لئے ان کی حیثیت ایک آزاد نبی کی نہیں ہوگی۔

پس چونکہ حضرت عیسیٰؑ پرانے نبی ہیں اور اپنی آمد ثانی میں آنحضرت ﷺ کے ماتحت ہوں گے اس لئے ان کی آمد سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔ اس طرح ان کے نزدیک خاتمیت کا صرف یہ مطلب ہوا کہ نیا نبی مبعوث نہیں ہو سکتا البتہ سابقہ انبیاء کو واپس لایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ ایک نہایت احمقانہ عقیدہ ہے۔ یہ کیسا صاحبِ حکمت خدا ہے جو کسی کے حق میں مکمل خاتمیت کا حکم اس علم کے باوجود صادر کرے گا کہ اس کے بعد بھی کسی نبی کی ضرورت باقی رہے گی۔ نئے اور پرانے کا سوال غیر متعلق ہے۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ آیا نبی کی ضرورت ہے بھی یا نہیں؟

آخری نبی کے بعد کسی اور نبی کے ظہور کا عقیدہ اپنی ذات میں ایک تضاد رکھتا ہے۔ اس کے جواب میں علماء ہمیشہ دلیل توڑ موڑ کر یوں پیش کرتے ہیں کہ آخری نبی کے بعد اگرچہ نبی کی ضرورت تو پڑ سکتی ہے تاہم آخری نبی کی خاتمیت پر اس صورت میں کوئی حرف نہیں آتا اگر اس ضرورت کو کسی پرانے نبی سے پورا کر لیا جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ چالاکی اور دھوکہ دہی کی ایک کھلی کھلی کوشش ہے۔ پرانے اور نئے کی تفریق صرف مسئلہ کو الجھانے کی ایک بچگانہ حرکت ہے۔ اگر حضرت مسیح ناصریؑ دوبارہ آ کر آنحضرت ﷺ کے ماتحت ہوں بھی تو بھی ان کی اپنی نبی کی حیثیت تو بہرحال قائم رہے گی۔ اس لئے کیا یہ ہزار درجہ بہتر نہ ہوگا کہ نئے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے گزشتہ امّتوں میں سے کسی پرانے نبی کو عاریۃً واپس بلانے کی بجائے اسی مقصد کے حصول کیلئے امت مسلّمہ میں سے ہی کوئی شخص بطور نبی کے مبعوث ہو۔ کیونکہ اگر اوّل الذّکر پرانے نبی کے آنے سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی تو مؤخر الذکر کے آنے سے کیسے ٹوٹ جائے گی۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام

اب ہم کچھ دیر کے لئے مسیحؑ کی آمد ثانی کے مسئلہ سے اپنی توجہ ہٹا کر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے مقام اور منصب کا جائزہ لیتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق آخری زمانہ میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے ظہور کا ذکر نہیں ملتا بلکہ 'المہدی' کے نام سے ایک اور مصلح کا بار بار ذکر ملتا ہے جس کا مطلب 'ہدایت یافتہ' ہے۔ اکثر احادیث عیسیٰ (مسیح) اور مہدی کو دو الگ الگ شخصیات کے طور پر پیش کرتی ہیں لیکن اس سلسلہ میں ایک واضح اور اہم استثناء بھی ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ جو صحاح ستہ میں شامل ہے، سے بڑا قوی اور واضح تاثر ملتا ہے کہ یہ دونوں یعنی عیسیٰؑ اور مہدیؑ دراصل ایک ہی وجود کے دو مختلف نام ہیں۔ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسىٰ ابْنُ مَرْيَم

(سنن ابن ماجه كتاب الفتن باب شدّةالزمان)

یعنی عیسیٰ بن مریمؑ کے علاوہ کوئی اور مہدی نہیں۔

اس کا صرف ایک ہی مطلب ہے کہ مہدیٔ موعود کو ہی عیسیٰ کا نام دیا گیا ہے۔ تاہم اکثر احادیث کے مطابق مہدی امت محمدیہ میں سے ہی پیدا ہوگا تو پھر وہ عیسیٰ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ نے تو ان کے یعنی مہدی کے بعد آسمان سے اترنا ہے؟ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عیسیٰ کے لفظ کو تمثیلی رنگ میں ایک خطاب قرار دیا جائے جس کا حامل امام مہدی ہو اور کوئی علیحدہ عیسیٰ آسمان سے نازل نہ ہو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امت مسلمہ میں پیدا ہونے والا مہدی ہی دراصل عیسیٰ بھی ہوگا۔ یہ بات امام مہدی کے حقیقی مقام کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ جیسا کہ ذیل میں وضاحت کی جائے گی کہ اس کا مقام ایک امتی نبی کا ہی ہوگا اگرچہ جمہور علماء ایسا نہیں سمجھتے۔ حضرت عیسیٰؑ کے معاملہ میں تو وہ بے دھڑک ہو کر مذکورہ بالا توجیہات پیش کر کے انہیں نبی مان لیتے ہیں لیکن مہدی کے تعلق میں وہ اس لئے ایسا نہیں کر سکتے کہ کہیں ان کا یہ اقرار ان کے خاتمیت کے فلسفہ سے متصادم نہ ہو جائے۔

مہدی کے متعلق ان کی سوچ بالکل مختلف ہے۔ ان کے نزدیک وہ ایک بے تاج نبی ہوگا جس کو اگرچہ نبی کا نام تو نہیں دیا جائے گا لیکن وہ تمام صفاتِ نبوت کا حامل ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی آدمی کو آدمی کہہ کر نہ پکارا جائے حالانکہ کسی اور نام سے پکارنے سے اسے مقام آدمیت سے تو نہیں گرایا جا سکتا۔ علماء کو معلوم ہونا چاہئے کہ مہدی کا مقام تو اس کی صفات سے ہی متعین ہوگا اور اپنے کاموں کے اعتبار سے عملاً وہ نبی ہی ہوگا۔ اگر کسی شخص میں نبی کی علامات موجود ہوں تو پھر آپ اسے خواہ کسی بھی نام سے پکاریں وہ بہرحال نبی ہی رہے گا۔ جسے براہ راست خدا کی طرف سے مامور کیا گیا ہو، اس کا انکار دراصل خدا تعالیٰ کے انکار کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ حضرت امام مہدی کو امتی نبی نہ ماننے والا حقیقی مومن کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ اس بات کو تو کٹّر علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت امام مہدی پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس طرح امام مہدی کو وہ تمام اختیارات حاصل ہوں گے جو صرف اور صرف انبیاء کا خاصہ ہیں۔ امام مہدی کے حقیقی مقام کا انکار کرنے سے وہ اپنے مقام سے کسی طرح بھی محروم نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ انکار کرنے والوں کے متضاد عقائد کے تضاد میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

غیر تشریعی نبی اور الہام

اسلام میں نبی کو وہ بلند ترین مقام حاصل ہے جس پر اللہ تعالیٰ کسی انسان کو فائز فرماتا ہے اور نبی صرف پیشگوئیاں ہی نہیں کرتا بلکہ اسے خاص طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ منصب عطا ہوتا ہے۔ ہر مصلح کیلئے نبی ہونا ضروری نہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہر نبی کو لازماً بطور ایک مصلح کے مبعوث فرماتا ہے۔ الہام فی ذاتہٖ کسی کو نبی نہیں بنا دیتا حتیٰ کہ الہام تو غیر نبی کو بھی ہو سکتا ہے اور اسے خدا تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ سے مشرف فرمایا جا سکتا ہے۔

الہام کی اصطلاح اپنے اندر بہت وسعت رکھتی ہے اور اس کے بہت سے معانی اور مفاہیم ہیں۔ مثلاً خواب، کشف، وجدان اور کلام الٰہی وغیرہ۔ چنانچہ الہام کی اس حیثیت کا قرونِ وسطیٰ کے اکثر علماء نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اختلاف اگر ہے تو صرف نبوت کے متعلق ہے اور الہام کے اسی مخصوص پہلو کا اس وقت جائزہ لینا مقصود ہے۔

اس پس منظر میں تشریعی انبیاء کے سلسلہ کے اختتام کی حکمت کو ہر کس و ناکس بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن جس سوال کے تفصیلی جائزہ کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ کیا ضروری ہے کہ غیر تشریعی نبی کی آمد کو بھی ناممکنات میں سے قرار دے دیا جائے اور سلسلۂ نبوت کو اچانک اور کلیۃً بند کر دیا جائے۔

تاریخ مذاہب سے قطعی طور پر یہ ثابت ہے کہ ہر نبی کیلئے نئی شریعت لانا ضروری نہیں تھا۔ چنانچہ ان میں سے حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت لوط اور حضرت یسعیاہ علیہم السلام کی طرح کے کئی ایسے انبیاء ہیں جو اگرچہ نئی شریعت تو نہیں لائے تھے پھر بھی پہلے آنے والے انبیاء کی طرح یہ انبیاء بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے روحانی امام اور مصلح کے طور پر مبعوث فرمائے گئے تھے۔

(الہام، عقل، علم اور سچائی۔ صفحہ 571 تا 588۔ ایڈیشن 2007ء مطبوعہ انگلستان)

مالی کے ریجن سکاسو میں جلسہ کا کامیاب انعقاد

(رپورٹ: احمد بلال ۔ ریجنل مبلغ سکاسو)

جماعت احمدیہ مالی کے سکاسو ریجن کو یوم مصلح موعودؓ کے بابرکت موقعہ پر یعنی بتاریخ 20 و 21/فروری 2015ء (بروز جمعہ و ہفتہ) اپنا پہلا ریجنل جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔

پہلا روز

ریجنل جلسہ سالانہ کے پروگرام کا باقاعدہ آغاز مؤرخہ 20/فروری 2015ء (بروز جمعہ) سہ پہر 4 بجے تلاوت قرآن کریم کے ساتھ ہوا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پاکیزہ منظوم کلام کے بعد صدر صاحب جماعت احمدیہ سکاسو نے افتتاحی تقریر کی جس میں جلسہ کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مکرم عمر معاذ صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت کے حوالے سے تقریر کی۔

چند مہمانان کرام کی طرف سے مختصر تأثرات کا اظہار کرنے کے بعد مکرم ابوبکر سانوغو صاحب نے خلافت احمدیہ اور بالخصوص خلافت ثانیہ کی برکات پر تقریر کی۔ اس کے بعد نماز مغرب وعشاء اور کھانے کا وقفہ کیا گیا۔

شام 8 بجے مجلس سوال و جواب کا آغاز ہوا جو رات 11 بجے تک جاری رہی۔ اس مجلس میں غیر از جماعت افراد بھی شامل ہوئے اور انہوں نے بہت سے سوالات کئے جن کے جواب دیئے گئے۔ دعا کے ساتھ اللہ کے فضل سے جلسہ سالانہ کے پہلے دن کا اختتام ہوا۔

دوسرا روز

دوسرے روز کا آغاز نماز تہجد باجماعت سے کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد نماز میں لذّت کے حصول کے حوالے سے درس دیا گیا۔

آج کے اجلاس میں صبح 10 بجے تلاوت قرآن کریم ہوئی جس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کا پاکیزہ منظوم کلام پیش کیا گیا۔ اس کے بعد جلسہ میں شامل مختلف مہمانان کرام نے اپنے تأثرات کا اظہار کیا۔ پہلی تقریر مکرم ادیس جاؤ صاحب نے کی جس میں ''جماعت احمدیہ مسلمہ کا تفصیلی تعارف'' پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم عمر معاذ صاحب نے ''اسلام میں عورتوں کے حقوق'' کے حوالے سے تقریر کی۔ اس کے بعد چند احمدی اور غیر احمدی اماموں کی مختصر تقاریر ہوئیں جن میں انہوں نے اپنے تأثرات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد صدر جماعت احمدیہ سکاسو نے اختتامی تقریر کی اور بعد ازاں دعا کے ساتھ جلسہ اللہ کے فضل سے اپنے اختتام کو پہنچا۔

جلسہ کی کل حاضری اللہ کے فضل سے 250 سے زائد تھی جس میں سکاسو کے علاوہ 17 جماعتوں سے احمدی احباب شامل ہوئے۔ جلسہ کی تمام دوروزہ کارروائی احمدیہ ریڈیوز مالی کے ذریعہ سے کیپٹل باماکو کے علاوہ 4 شہروں میں لائیونشر کی گئی۔ جس سے لوگوں کی بہت بڑی تعداد جلسہ سے مستفیض ہوئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

مالی کے ریجن ججنی میں جلسہ کا کامیاب انعقاد

(رپورٹ: ناصر احمد ناصر ۔ مبلغ مالی)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالی کے ریجن ججنی کو اپنا دوسرا ریجنل جلسہ سالانہ 27 اور 28 فروری 2015ء کو منعقد کرنے کی توفیق ملی ۔ الحمدللہ

ریجنل جلسہ کے انعقاد سے پہلے جلسہ کے انتظامات کے لئے مختلف ٹیمیں تشکیل دی گئیں جنہوں نے جماعتی روایات کے مطابق سارے انتظامات کئے ۔ جلسے کا انعقاد جماعتی ریڈیو سٹیشن کے احاطہ میں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں جماعت کے پاس ساڑھے بارہ ایکڑ زمین ہے۔ 27 فروری کو نماز تہجد سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ بماکو (Bamako) سے ایک وفد بھی جلسہ میں شریک ہوا نیز اس والے نمائندگان نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ اکثر نے کہا کہ ہم نام کے مسلمان تھے لیکن ریڈیو احمدیہ نے ہمیں حقیقی مسلمان بنا دیا۔ ایک آدمی نے بتایا کہ وہ مسلمان تھا لیکن اسلام سے دل برداشتہ ہوکر عیسائی ہوگیا لیکن جب ریڈیو احمدیہ سننا شروع کیا تو دل کی صفائی ہوگئی اور اب دوبارہ مسلمان ہوا ہے۔

نماز مغرب وعشاء اور کھانے کے بعد مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جو رات گیارہ بجے تک جاری رہی۔

28/فروری نماز تہجد سے آغاز ہوا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید ہوا، ناشتے کے بعد اجلاس کی کارروائی

علاقہ کے ممبر آف پارلیمنٹ، میئر، سرکل کے میئر، سوپریفے کے نمائندہ اور دیگر اہم سیاسی اور سماجی شخصیات نے شرکت کی ۔ جلسہ میں خصوصاً آئمہ کو مدعو کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پچاس گاؤں کے امام اور ججنی کے چیف امام شریک ہوئے۔ جلسہ کے پہلے دن تلاوت اور عربی قصیدہ کے بعد مکرم ظفر احمد بٹ صاحب نائب امیر نے افتتاحی خطاب کیا جس میں اطاعت نظام جماعت پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مکرم عمر معاذ صاحب نائب امیر نے لوکل زبان میں احمدیت کیا ہے؟ کے موضوع پر تقریر کی ۔ ممبر آف پارلیمنٹ نے اپنے خطاب میں کہا کہ اس علاقہ میں اسلام کا پیغام ان کے بزرگ لے کر آئے تھے اب اسی کام کو جماعت احمدیہ آگے بڑھا رہی ہے جس سے انہیں بہت خوشی ہے اور ہمیشہ جماعت کے ساتھ تعاون کی یقین دہانی کروائی ۔ اسی طرح دیگر شخصیات اور جماعتوں سے آنے شروع ہوئی جس میں نماز کی اہمیت اور اسلام میں عورت کا مقام کے موضوعات پر تقاریر ہوئیں ۔ صدر انصاراللہ مکرم اسحاق تراورے صاحب نے انصار کی ذمہ داریاں کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس کے بعد مختلف آئمہ نے اپنے تأثرات کا اظہار کیا۔ صدر صاحب جماعت ججنی نے احباب کا شکریہ ادا کیا۔ آخر پر مکرم ظفر احمد بٹ صاحب نائب امیر نے فاستبقوا الخیرات کے حوالے سے توجہ دلائی اور دعا کے ساتھ یہ جلسہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

اس جلسہ کی اہم بات یہ تھی کہ جلسہ کے تمام اخراجات مقامی احباب نے برداشت کئے تھے۔ جلسہ میں 56 جماعتوں سے 943 احباب نے شرکت کی۔ جلسہ کے دوران اور بعد 336 مرد وزن نے بیعت کی سعادت پائی۔ اللہ تعالیٰ سب کو ثبات قدم عطا فرمائے اور ایمان و اخلاص میں ترقی کریں۔ آمین

بقیہ: اسلامی نظام حکومت کا اجمالی نقشہ

از صفحہ 4

نگرانی کرتیں اور ان کی تعلیم و تربیت کا کام سرانجام دیتیں۔ میں بھی ایک قوم کا لیڈر ہوں میرے پاس سینکڑوں عورتیں آتی ہیں اور وہ اپنی مصیبتیں اور مشکلات بیان کرتی ہیں، ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا، ان کی تعلیم کا انتظام کرنا اور ان کی تنظیم کو مکمل کرنا یہ ایک بہت بڑا کام ہے جو کوئی غیر عورت نہیں کرسکتی۔ یہ کام اِسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں اپنی بیویوں کو تعلیم دوں اور وہ دوسری عورتوں کو تعلیم دیں اور ان کی تنظیم کا کام سرانجام دیں۔ اِس پر اُنہیں خاموش ہونا پڑا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال نمونہ

غرض اسلام کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے ہر ضرورت کے متعلق احکام نازل کئے ہیں۔ اگر اسلام نے اس قسم کے احکام نہ دیئے ہوتے تو ہمیں دشمن کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا۔ مگر اب ہمارا سر اونچا رہتا ہے اور دشمن کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ آپ جب بیمار ہوئے تو باوجود سخت کمزوری کے ایک ہاتھ علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اور دوسرا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھ کر ایک گھر سے دوسرے گھر میں جاتے اور بعض دفعہ تو ایسی صورت ہوتی تھی کہ آپ کے پاؤں شدتِ کمزوری کی وجہ سے زمین کے ساتھ گھسٹتے چلے جاتے تھے۔ بیویوں نے جب یہ حالت دیکھی تو اُن سب نے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانا مناسب نہیں۔ آپ کو کسی ایک ہی بیوی کے گھر میں ٹھہرنا چاہئے۔ چنانچہ سب نے متفقہ طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! جب تک آپ اچھے نہیں ہو جاتے آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ٹھہریں وہ آپ کی سب سے زیادہ خدمت کرسکتی ہیں۔ چنانچہ آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

مسلمانوں کے تحفّظ اور ان کی بقا کا صحیح طریق

غرض اسلام کے احکام پر عمل کرنا ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم بغیر کسی حقیقی ضرورت کے ایک سے زیادہ شادیاں کرو۔ وہ ضرورتِ حقّہ کے ساتھ اِس کی اجازت کو مشروط قرار دیتا ہے اور جب ضرورتِ حقّہ پیدا ہو جائے تو پھر ایک سے زیادہ شادیوں پر اعتراض کرنا درست نہیں۔ جب بہار میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہوا تو وہاں کے کچھ لوگ قادیان آئے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ اب ہمارے بچاؤ کا کیا طریق ہے؟ میں نے کہا قرآن کریم نے دو علاج بتائے تھے مگر وہ دونوں تم نے چھوڑ دیئے ہیں۔ قرآن کریم نے کہا تھا کہ تبلیغ کرو مگر تم نے تبلیغ ترک کر دی۔ اگر سارے مسلمان تبلیغ پر زور دیتے تو آج انہیں ایک ہندو بھی ہندوستان میں نظر نہ آتا۔ دوسرا علاج اسلام نے یہ بتایا تھا کہ تم چار چار شادیاں کرو تم ایک ہی نسل میں آٹھ گُنا ہو جاؤ گے۔ دوسری نسل میں سولہ گُنا ہو جاؤ گے اور تیسری نسل میں بتیس گُنا ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا اِس وقت کئی اچھوت اقوام موجود ہیں اگر تم اُن کی بیٹیاں لینی شروع کردو تو وہ شوق سے اپنی لڑکیاں تمہارے ساتھ بیاہ دیں گے اور ہر عورت کم سے کم چار بچے جنے گی نتیجہ یہ ہوگا کہ پچاس سال کے بعد تم آٹھ سے بتیس کروڑ ہو جاؤ گے۔

غرض خدا تعالیٰ نے علاج تو بتایا ہے لیکن اگر تم عمل نہ کرو تو کیا کِیا جائے۔ گزشتہ جنگ کے بعد کئی یورپین قوموں میں یہ تحریک پیدا ہوئی ہے کہ اگر وہ اپنی تعداد کو بڑھانا چاہتی ہیں تو انہیں ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت ہونی چاہئے۔

اقلیت کے لئے طاقت حاصل کرنے کا نسخہ

غرض ایک سے زیادہ شادیاں اقلیت کے لئے طاقت حاصل کرنے کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔ دو نسلیں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال لیں تو مسلمانوں کی تمام مشکلات دُور ہوسکتی ہیں اور وہ مغلوب ہونے کی بجائے ایک غالب قوم کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہماری اولاد ہوئی تو وہ کھائے گی کہاں سے؟ حالانکہ یہی تو وہ حکمت ہے جس کو وہ نہیں سمجھتے۔ تم بچے پیدا کرو اور کرتے چلے جاؤ، وہ بیشک بھوکے رہیں گے، وہ بیشک پیاسے رہیں گے، وہ بیشک ننگے رہیں گے، لیکن جس وقت بتیس کروڑ بھوکے اور پیاسے اور ننگے اُٹھے، وہ بم کی طرح پھٹیں گے اور سارے مُلک پر قبضہ کرلیں گے۔ کھاتے پیتے لوگ تو عیاشیاں کیا کرتے ہیں، یہ بھوکے مرنے والے لوگ ہی ہیں جو قوموں کو تخت و تاج کا وارث بنایا کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

بقیہ خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ......از صفحہ نمبر 20

تربیت کے بڑے مسائل ہیں۔ بچے اسکول میں جاتے ہیں اور وہاں سکھایا جاتا ہے کہ یہ سوال کرو۔ اور جب ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ یہ کام کرو اور اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے تو سوال کرتے ہیں کہ پہلے ہمیں سمجھاؤ کہ کیوں؟ تو مَیں نے انہیں یہی کہا تھا کہ یہ بچوں کی تربیت کے مسائل نہیں ہیں۔ یہ اچھی بات ہے انہیں سوال کرنے چاہئیں۔ یہ ماں اور باپ کی تربیت کے مسائل ہیں۔ بچے سوال کرتے ہیں تو ماں باپ ان کے سوالوں کے جوابات دیں۔ اس بارہ میں مَیں پہلے بھی جلسہ پر توجہ دلا چکا ہوں کہ بچوں سے دوستی کا ماحول پیدا کریں۔ ان کو احساس ہو کہ ہمارے ماں باپ ہمارے ہمدرد بھی ہیں، ہمارے دوست بھی ہیں۔ اور جب خود آپ میں دین کوٹ کوٹ کر بھرا ہو گا تو آپ ایک مضبوط ایمان والے ہوں گے۔ اپنے بچوں کے لئے دعائیں کرنے والے ہوں گے، نظام کا احترام سکھانے والے ہوں گے، تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ بچے آپ کا کہا ماننے والے نہ ہوں۔ جو سوال و جواب ہو گا اس سے بہرحال ان کی تسلی ہو گی، ان کی Satisfaction ہوگی۔ اور جب تک یہ بچے اس شعور کی عمر کو پہنچیں کہ ان کے دل میں مذہب کے بارے میں سوال پیدا ہونے شروع ہوں تو قرآن، حدیث پڑھ کر، خلفاء کے خطبات سن کر، علماء سے پوچھ کر، کتابیں پڑھ کر وہ خود اپنے سوالوں کا جواب تلاش کرلیں گے۔

یہ بات کئی دفعہ تجربہ میں آئی ہے کہ ماں بچوں کے سامنے کہہ دیتی ہے کہ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب کوئی بچہ اس طرح بڑوں کا احترام نہیں کرتا، بڑا مشکل کام ہے۔ یہ غلط ہے۔ بچوں پہ الزام ہے۔ جب بچے کو پیار سے سمجھایا جاتا ہے تو بچے وہیں ماں کے سامنے اعتراف کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے، یہ بات مجھے یوں نہیں بلکہ اس طرح کرنی چاہئے تھی جس طرح آپ نے سمجھایا۔ تو بچوں سے یہاں میری مراد سولہ سترہ سال کی عمر کے بچے ہیں لڑکے، لڑکیاں۔ اور یہ نہیں ہے کہ بچوں نے یہ اعتراف میرے سامنے کیا ہے، جب ان کو سمجھایا گیا بلکہ جس نے بھی، کسی عہدیدار نے یا کسی بھی شخص نے جب بچوں کو سمجھایا اس کا فائدہ ہی ہوا ہے۔

پھر اس آیت میں فرمایا ہے کہ سچ بولو اور سچ بولنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب ایک شخص حاضر ہوا تھا اور اس نے عرض کی کہ میرے اندر اتنی برائیاں ہیں کہ مَیں تمام کو تو چھوڑ نہیں سکتا مجھے صرف ایک ایسی بیماری یا کمزوری یا برائی کے بارے میں بتائیں جس کو مَیں آسانی سے چھوڑ سکوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے زیادہ انسان کی نفسیات اور فطرت کو سمجھنے والے تھے آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے، تم یوں کرو کہ صرف جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ وہ شخص بڑا خوش ہوا کہ چلو یہ تو بڑا آسان کام ہے۔ اٹھ کر چلا گیا اور اس وعدہ کے ساتھ اٹھا کہ آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ رات کو جب اس کو چوری کا خیال آیا، کیونکہ وہ بڑا چور تھا اس کو خیال آیا کہ اگر چوری کرتے پکڑا گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوں گا۔ اور اقرار کرتا ہوں تو سزا ملے گی، شرمندگی ہوگی۔ اگر انکار کیا تو یہ جھوٹ ہے۔ تو جھوٹ مَیں نے بولنا نہیں کیونکہ وعدہ کیا ہوا ہے۔ تو آخر اسی شش و پنج میں ساری رات گزر گئی اور وہ چوری پر نہ جاسکا۔ پھر زنا کا خیال آیا تو پھر یہی بات سامنے آگئی۔ شراب نوشی اور دوسری برائیوں کا خیال آیا تو پھر یہی پکڑے جانے کا خوف اور جھوٹ نہ بولنے کا عہد یاد آتا رہا۔ آخر ایک دن وہ بالکل پاک صاف ہو کر حاضر ہوا اور کہا کہ اس جھوٹ نہ بولنے کے عہد نے میری تمام برائیاں دُور کر دی ہیں۔ تو یہ ہے سچ کی برکت کہ صرف عہد کرنے سے ہی کہ مَیں سچ بولوں گا برائیاں دُور ہو گئیں۔

تو جب کسی موقع پر آپ سچ بول رہی ہوں گی اور سچ کا پرچار کر رہی ہوں گی تو پھر اس میں کس قدر برکتیں ہوں گی۔ بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتیں، ذاتی گھریلو رنجشیں، عہدیداروں کے خلاف جھوٹی شکایتوں کی وجہ بن رہی ہوتی ہیں۔ اور جب تحقیق کرو تو پتہ لگتا ہے کہ اصل معاملہ تو دیورانی جٹھانی کا یا نند بھابھی کا یا ساس بہو کا ہے نہ کہ جماعتی مسئلہ ہے۔ اس لئے ہمیشہ سچ کو مقدم رکھیں۔ سچ کو سب چیزوں سے زیادہ آپ کی نظر میں اہمیت ہونی چاہئے۔ سچی گواہی دیں۔ اپنے بچوں کو سچ بولنا سکھائیں۔

یہاں پر پھر میں وہی بات کہوں گا کہ اس معاشرہ میں بچوں کو سکولوں میں سچ بولنے کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اور اس کی تعلیم بھی دی جاتی ہے سکولوں میں بتایا جاتا ہے کہ سچ بولنا ہے۔ تو جب بچہ گھر آتا ہے تو ایسی مائیں یا باپ جن کو نہ صرف سچ بولنے کی خود عادت نہیں ہوتی بلکہ بچوں کو بھی بعض دفعہ ارادۃً یا غیر ارادی طور پر جھوٹ سکھا دیتے ہیں۔ مثلاً اس طرح کہ گھر میں آرام کر رہے ہیں۔ کوئی عہدیدار سیکرٹری مال یا صدر یا کوئی مرد آیا یا لجنہ کی کوئی عورت کسی کام کے لئے آگئی تو بچہ کو کہہ دیا چلو کہہ دو جا کے کہ گھر میں نہیں ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے۔ اس طرح کی اور بہت ساری چھوٹی چھوٹی مثالیں ہیں۔ چاہے یہ بہت تھوڑی ہی تعداد میں ہوں مگر ہمیں یہ تھوڑی تعداد بھی برداشت نہیں کہ سچ پر قائم نہ ہوں۔ کیونکہ اس تھوڑی تعداد کے بچے جب اپنے گھر سے غلط بات سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ خود مذہب سے دُور جا رہے ہوتے ہیں کہ سکول میں تو ہم کو سچ بولنا سکھایا جا رہا ہے اور گھر میں جہاں ہمارے ماں باپ ہمیں کہتے ہیں کہ مذہب اصل چیز ہے، نمازیں پڑھنی چاہئیں، نیک کام کرنے چاہئیں ان کا اپنا عمل یہ ہے کہ ایک چھوٹی سے بات پر، کسی کو نہ ملنے کے لئے جھوٹ بول رہے ہیں۔ سیدھی طرح صاف الفاظ میں یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ مَیں اس وقت نہیں مل سکتی۔ پھر ایسا بچہ اپنے ماحول میں بچوں کو بھی خراب کر رہا ہوتا ہے کہ دیکھو یہ کیسی تعلیم ہے کہ ایک ذرا سی بات پر میری ماں نے جھوٹ بولا؟ یا میرے باپ نے جھوٹ بولا۔ تو جب اپنے ماں باپ کے یہ عمل بچہ دیکھتا ہے تو دُور ہٹتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے اپنی نسلوں کو بچانے کے لئے ان باتوں کو چھوٹی نہ سمجھیں اور خدا تعالیٰ کا خوف کریں۔

پھر فرمایا: صبر کرنے والے بنو۔ تمہارے اندر وسعت حوصلہ بھی ہونا چاہئے۔ صبر بھی ہونا چاہئے۔ برداشت کا مادہ بھی ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ ذرا سی بات کسی سے سن لی اور صبر کا دامن ہی ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ فون اٹھایا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ یا اجلاس میں یا اجتماع کے موقع پر ملیں تو لڑنا شروع کر دیا کہ تم نے میرے بارے میں یہ باتیں کی ہیں۔ یا میری بہن کے بارے میں یہ باتیں کی ہیں۔ یا میرے بھائی کے بارے میں یہ باتیں کی ہیں۔ یا بچوں کے بارے میں فلاں بات کی ہے۔ تم ہوتی کون ہو! ایسی باتیں کرنے والی تم کون ہوتی ہو! جب بھی مجھے موقع ملا مَیں تمہاری ایسی تیسی کر دوں گی!

تو یہ جو چیزیں ہیں اب یہاں یورپ کے ملکوں میں بھی آرہی ہیں۔ مختلف طبقوں سے شہروں سے دیہاتوں سے ایشیا سے لوگ آئے ہیں، مختلف مزاجوں کے لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ بعض دفعہ تو پہلوں میں سے بھی بعض مثالیں ہیں۔ صرف یہ نہیں کہ نئے آنے والوں میں سے ہیں۔ بہرحال بعض دفعہ چاہے یہ تھوڑی تعداد میں ہی ہوں، چند ایک ہی ہوں، ایسے لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اپنے ملک میں تو شاید آپ کی یہ برائیاں چھپ جائیں لیکن یہاں آکر نہیں چھپ سکتیں۔ تو ان برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

ہر وقت ذہن میں رکھیں کہ آپ اب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی جماعت سے منسوب ہو چکی ہیں۔ آپ کے اخلاقی معیار اب بہت بلند ہونے چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ اگر جماعت میں رہنا ہے تو اعلیٰ اخلاق بھی دکھانے ہوں گے ورنہ تو کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی مثال دی ہے کہ اس کی ایسی مثال ہے جس طرح درخت کی سوکھی شاخ جس کو کوئی اچھا مالی یا مالک برداشت نہیں کرتا بلکہ اس سوکھی شاخ کو کاٹ دیتا ہے۔

پھر اسی لئے بے صبری کا مظاہرہ ہوتا ہے بعض دفعہ کوئی نقصان ہو جائے تو رونا دھونا اور پٹینا شروع ہو جاتا ہے، یہ بھی سخت منع ہے۔ چاہے مالی نقصان ہو، جانی نقصان ہو۔ الحمدللہ جماعت احمدیہ میں اکثر مائیں اپنے بچوں کے ضائع ہونے پر بڑے صبر کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ جان جانے پر بھی بڑے صبر کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ لیکن کچھ شور مچانے والی، رونے پیٹنے والی بھی ہوتی ہیں تو ان کو بھی بہرحال صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یہ خوشخبری دیتا ہے کہ مَیں صبر کرنے والوں کو بہت بڑا اجر دیتا ہوں۔

پھر اس آیت میں عاجزی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ عاجزی دکھاؤ۔ اب کہنے کو تو زبانی کہہ دیتے ہیں کہ مَیں تو بڑی عاجز ہوں۔ مالی لحاظ سے اپنے سے بہتر یا برابر سے تو بڑی جُھک جُھک کر یا اس level پر باتیں کر رہی ہوتی ہیں کہ احساس نہیں ہوتا کہ کوئی تکبر یا غرور ہے۔ لیکن پتہ تب چلتا ہے جب اپنے سے مالی لحاظ سے یا مرتبہ کے لحاظ سے کمتر کسی عورت سے باتیں کر رہی ہوں۔ اس وقت پھر بعض دفعہ ایسی عورتوں سے جن میں عاجزی نہیں ہوتی رعونت اور تکبر کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ یہ عاجزی نہیں ہے کہ امیروں سے تو عاجزی دکھا دی اور غریبوں سے عاجزی نہیں ہوئی۔ اب بعض دفعہ یہ اظہار صرف بات چیت سے نہیں ہو رہا ہوتا۔ اگر غور کریں تو ایسی عورتوں کا پھر یا ایسے مردوں کا، دونوں اس میں شامل ہیں، آنکھوں سے بھی تکبّر ٹپک رہا ہوتا ہے، گردن پر فخر اور تکبّر نظر آ رہا ہوتا ہے یا چہرے پر تکبّر کے آثار نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ تو منہ سے جتنا مرضی کوئی کہے کہ مَیں تو بڑا عاجز انسان ہوں۔ زبان حال سے یہ پتہ چل رہا ہوتا ہے کہ یہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے اور اس میں کوئی عاجزی نہیں۔

پھر گھروں میں مثلاً سجاوٹ کی کوئی چیز پڑی ہوئی ہے اس کی کوئی تعریف کر دیتا ہے تو بڑی عاجزی سے کہہ رہی ہوتی ہیں کہ سستی سی ہے اور قیمت پوچھو تو پتہ چلتا ہے کہ صاف بناوٹ اور تصنّع سے کام لیا ہے۔ تو یہ بناوٹ کی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ احمدی معاشرہ ان سے بالکل پاک ہونا چاہئے۔ حقیقی انکساری اور عاجزی دکھانی چاہئے۔ ہم تو ایک بہت بڑا مقصد لے کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اگر دنیاوی نام و نمود اور بناوٹ اور تصنّع کے چکر میں پڑ گئے تو پھر ان اہم کاموں کو کون سر انجام دے گا جو ہمارے سپرد کئے گئے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ جتنا بڑا تمہیں مقام ملے اتنے ہی نیچے جھکتے جاؤ اور اس کے نتیجے میں خدا تمہیں اتنا ہی اونچا کرتا چلا جائے گا۔ تو ایمان کا تو یہ مقام ہے کہ اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ ہونا چاہئے نہ کہ بندوں پر۔ اور جس شخص کو ہم نے اس زمانہ میں مانا ہے اور اس کے سلسلہ بیعت میں شامل ہو کر اس کے ہر حکم کو بجا لانے کا ہم عہد کرتے ہیں اس کا عمل تو عاجزی کی اس انتہا تک پہنچا ہوا ہے کہ خدا نے بھی خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ: ’’تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں‘‘۔

پس ہر احمدی کو عمومی طور پر اور عہدیداران کو خصوصی طور پر مَیں یہ کہتا ہوں کہ عاجزی دکھائیں، عاجزی دکھائیں اور عاجزی کو اپنے اندر اور اپنی ممبرات اور اپنے ممبران کے اندر چاہے مرد ہوں یا عورتیں، پیدا کرنے کی خاص مہم چلائیں۔ اس سال اکثر جگہ ذیلی تنظیموں کے انتخابات ہو رہے ہیں۔ آپ کا بھی کل ہو گیا۔ تو اس خوبصورت خُلق کی طرف بھی توجہ دیں اور نئے عزم کے ساتھ توجہ دیں۔ عاجزی دکھا کر لوگوں سے دعائیں بھی لیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور اجر عظیم کی ضمانت بھی لیں۔ پس دیکھیں خدا تعالیٰ تو کس کس طریقے سے اپنے بندوں کی بخشش کے سامان کر رہا ہے کہ عاجزی دکھاؤ تب بھی تمہیں بخش دوں گا۔ اب ہم ہی ہیں جو ان باتوں کو نہ سمجھتے ہوئے ان سے دُور بھاگ رہے ہیں۔

پھر فرمایا صدقہ کرنے والے ہوں۔ اب صدقہ ایسی نیکی ہے جس کو کرنے والے کا تو بیڑا پار ہو گیا۔ لیکن ایسے لوگ جو توفیق ہوتے ہوئے ہاتھ روک کے رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ کے رسول نے بڑا سخت انذار کیا ہے اور تنبیہ کی ہے جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ہر صبح دو فرشتے اٹھتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس جیسے اور پیدا کر۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ روک رکھنے والے، خرچ نہ کرنے والے، صدقہ خیرات نہ کرنے والے کنجوس کو ہلاکت دے اور اس کا سارا مال ومتاع برباد کر دے۔ یہ دیکھیں کس قدر انذار ہے۔

پھر پڑھی لکھیں عورتیں ہیں، بچیاں ہیں جو کسی بھی رنگ میں کوئی بھی کام کر سکتی ہیں، دوسروں کی کسی کام میں بھی مدد کر سکتی ہیں، تعلیم میں یا کوئی چیز سکھانے میں تو یہ بھی ان کے لئے صدقہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر کوئی ہر دوسرے کو کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ پہنچاتا رہے تا کہ یہ حسین معاشرہ قائم ہو جائے۔ اور خدا تعالیٰ اس کے بدلہ میں اپنے بندوں سے مغفرت کا سلوک فرمانے کا وعدہ کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ روزہ رکھنے والیاں بھی میرے بہت قریب ہیں۔ اب صرف روزہ رکھنا ہی کافی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے اس کا بھی ثواب ہے۔ لیکن اس کا ثواب تب ہے جب اس کے پورے لوازمات بھی ادا کئے جائیں۔ اب رمضان کے مہینہ میں ایک مہینہ روزہ رکھنے سے صرف اجر عظیم کے وارث نہیں بن جائیں گے۔ فرمایا: یہ جو تم نے روزے رکھنے کا مجاہدہ کیا ہے اس کے اثرات اب سارے سال پر محیط ہونے چاہئیں۔ تمہاری راتیں عبادت میں زندہ رہنی چاہئیں، قرآن شریف کے پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی خاطر تمہاری توجہ رہنی چاہئے۔ پاک خیال اور پاک زبان کا لحاظ تمہیں ہر وقت رہنا چاہئے۔ اب مثلاً روزہ دار کو حکم ہے کہ تم نے کسی کو نقصان نہیں پہنچانا۔ کسی سے لڑنا نہیں، ورنہ تمہارے روزے بے فائدہ ہیں۔ اگر تمہارے سے کوئی لڑے تمہیں کوئی غلط بات کہے تو کہہ دو کہ میں روزہ دار ہوں۔

اب یہ ہماری ٹریننگ کے لئے ہے کہ روزے میں یہ سب برائیاں چھوڑنی ہیں تا کہ یہ نیکیاں آئندہ زندگی میں بھی تمہاری روزمرہ زندگی کے معمول کا حصہ بن جائیں، اور یہ برائیاں چھٹ جائیں۔ یہ نہیں کہ آج تو مَیں نے نہیں لڑنا، مَیں نے چغلی نہیں کرنی مَیں نے غیبت نہیں کرنی، مَیں نے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا، مَیں نے کسی کے مال پر قبضہ نہیں کرنا، مَیں نے دو دلوں میں پھوٹ نہیں ڈالنی

کیونکہ مَیں روزہ دار ہوں۔ جب میرے روزے ختم ہوں گے تو پھر مَیں تمہیں بتاؤں گی اور جواب دوں گی۔ کیونکہ جو تم نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے روزے ختم ہونے کے بعد ہی سارے سلوکوں کا جواب ملے گا۔

اب تعلیم یہ تو نہیں ہے۔ یہ تو ہمیں ہماری تربیت کا ایک طریق سکھلایا گیا ہے کہ رمضان میں، روزے کی حالت میں تم اپنی یہ برائیاں دور کرو اور پھر ان کو اپنی زندگی کا حصہ بنالو۔ تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے لئے مغفرت کے سامان پیدا فرمائے گا۔ اس دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی تمہیں اجر عظیم سے نوازے گا اور تمہاری اولادوں پر بھی فضل فرمائے گا انشاء اللہ۔

اب اس ضمن میں مزید کہنا چاہتا ہوں۔ چند دنوں تک انشاء اللہ تعالیٰ رمضان شروع ہونے والا ہے تو یہ عہد کریں کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی ایک یا دو برائیاں جو ہم میں ہیں، یہ خود جائزہ لیں کہ کیا کیا برائیاں ہیں، ان کو ہم خود دُور کریں گے اور ختم کریں گے۔ یہ بھی واضح کردوں کہ کوئی اس وہم میں نہ رہے کہ اس میں کوئی برائی نہیں۔ اگر کوئی اس وہم میں ہے تو اس کو بہت زیادہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ رحم کرے۔

پھر اس آیت میں ایک یہ حکم ہمیں دیا گیا ہے کہ شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں بنو۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آنکھ، کان منہ وغیرہ بھی ہیں کیونکہ اگر تم نے ان کی حفاظت نہ کی تو یہ بھی برائی پھیلانے کا ایک ذریعہ ہیں۔ کانوں سے بری باتیں سنو، منہ سے بری باتیں کرو تو یہ بھی ان کی حفاظت نہیں ہے۔ آنکھوں سے غلط قسم کے نظارے دیکھو تو یہ بھی منع ہے۔ بعض فلمیں دیکھی جاتی ہیں چاہے وہ گھر میں بیٹھ کر دیکھ رہے ہو یا باہر جا کر دیکھ رہے ہو، جو اخلاق سوز قسم کی فلمیں ہیں وہ بھی اسی زُمرہ میں آتی ہیں کہ تم نے اپنی آنکھوں کی حفاظت نہیں کی۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ (المومنون: 06) یعنی جب وہ لوگ اپنی نمازوں میں خشوع خضوع کریں گے، لغو سے اعراض کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں گے۔ کیونکہ جب ایک شخص دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے اور اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ کسی اور کے مال کو ناجائز طریقے سے کب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور کب چاہتا ہے کہ مَیں کسی دوسرے کے حقوق کو دبالوں اور جب وہ مال جیسی عزیز چیز کو خدا کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ تو پھر آنکھ، ناک، کان، زبان وغیرہ کو غیرمحل پر کب استعمال کرنے لگا"۔ یعنی کہ جہاں ان کو استعمال نہیں کرنا چاہیے وہاں کس طرح استعمال کرسکتا ہے۔" کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب ایک شخص اوّل درجہ کی نیکیوں کی نسبت اس قدر محتاط ہوتا ہے تو ادنیٰ درجہ کی نیکیاں خود بخود عمل میں آتی جاتی ہیں۔" (تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد سوم۔ سورۃ المومنون۔ صفحہ 398۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ 402-401۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

یعنی جب بڑی بڑی نیکیوں کے بارے میں محتاط ہو جاتا ہے تو چھوٹی چھوٹی جو نیکیاں ہیں اس شخص سے خود بخود ہونے لگ جاتی ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا: "قرآن شریف کے مخاطب چونکہ کُل مِلل اور فرقے تھے اور اس پر پہنچ کر تمام ضرورتیں ختم ہوگئی تھیں اس لئے قرآن کریم نے عقائد کو بھی اور احکام عملی کو بھی مدلّل بیان کیا"۔ یعنی تمام فرقوں اور قوموں کی ضرورتیں اللہ تعالیٰ کے پیش نظر تھیں۔ اس لئے قرآن شریف میں ان سب کے مطابق حکم دیا گیا ہے اور عقائد کو بھی، احکام عملی کو بھی جو ایسے حکم ہیں جن پر ہمیں عمل کرنا چاہئے دلیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔" چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (النور: 31) یعنی مومنوں کو کہہ دے کہ کسی کے ستر کو آنکھ پھاڑ کر نہ دیکھیں اور باقی تمام فروج کی بھی حفاظت کریں۔ یعنی انسان پر لازم ہے کہ انسان چشم خوابیدہ ہو" یعنی کہ پوری آنکھ نہ کھولے۔ بلکہ جھکی ہوئی نظر ہو" تا کہ کسی غیر محرم عورت کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑے۔ کان بھی فروج میں داخل ہیں جو قصص اور فحش باتیں سن کر فتنہ میں پڑ جاتے ہیں"۔ یعنی کہ کان جو ہیں یہ بھی فروج میں داخل ہیں۔ جو قصے سن کر، باتیں سن کر پھر فتنے میں پڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ جھگڑے کی باتیں جو ساری سنی جاتی ہیں جس طرح کہ پہلے مَیں نے کہا کہ کوئی بات اس سے سنی اور پھر جا کر لڑنے پہنچ گئے۔ تو یہ بھی اسی زُمرہ میں آتا ہے۔" اس لئے عام طور پر فرمایا کہ تم موریوں (سوراخوں) کو محفوظ رکھو۔ اور فضولیات سے بالکل بند رکھو۔ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ (النور: 31) یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ اور یہ طریقِ تعلیم ایسی اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اپنے اندر رکھتا ہے جس کے ہوتے ہوئے بدکاروں میں نہ ہوگے"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 55۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اب جہاں مَردوں کو یہ فرمایا ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو کہ عورتوں کو نہ دیکھو، وہاں عورتوں کے لئے بھی ہے کہ ایک تو اپنی نظریں نیچی رکھیں اور مردوں کو نہ دیکھیں دوسرے قرآن کریم کے حکم کے مطابق پردہ کریں۔

اب یہاں یہ بہانے بنائے جاتے ہیں کہ یورپ میں پردہ کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں یہ ایک طرح کا کمپلیکس (complex) ہے اور عورتوں کے ساتھ مردوں کو بھی ہے۔ تم اپنی تعلیم چھوڑ کر خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کی بجائے معاشرے کو خوش کرنے کے بہانے تلاش کر رہے ہو۔ بلکہ اس معاشرے میں بھی سینکڑوں، ہزاروں عورتیں ہیں جو پردہ کرتی ہیں، ان کو زیادہ عزت اور احترام سے دیکھا جاتا ہے بہ نسبت پردہ نہ کرنے والیوں کے۔ اور معاشرتی برائیاں بھی ان میں اور ان کی اولادوں میں زیادہ پیدا ہو رہی ہیں جو پردہ نہیں کرتیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ بعض دفعہ بہت ہی بھیانک صورت حال سامنے آجاتی ہے۔

اب انٹرنیٹ (Internet) کے بارے میں بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ بھی اسی پردہ نہ کرنے کے زمرہ میں آتا ہے کہ chatting ہو رہی ہے۔ یونہی جب آ کے open کر رہے ہوتے ہیں انٹرنیٹ اور بات چیت (chatting) شروع ہوگئی تو پھر شروع میں تو بعض دفعہ یہ نہیں پتہ ہوتا کہ کون بات کر رہا ہے؟ یہاں ہماری لڑکیاں بیٹھی ہیں دوسری طرف پتہ نہیں لڑکا ہے یا لڑکی ہے اور بعض لڑکے خود کو چھپاتے ہیں اور بعض لڑکیوں سے لڑکی بن کر باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔

اسی طرح یہ بات بھی میرے علم میں آئی ہے کہ لڑکیاں سمجھ کر بات چیت شروع ہوگئی، جماعت کا تعارف شروع ہوگیا۔ اور لڑکی خوش ہو رہی ہوتی ہے کہ چلو دعوت الی اللہ کر رہی ہوں۔ یہ پتہ نہیں کہ اس لڑکی کی کیا نیت ہے۔ آپ کی نیت اگر صاف بھی ہے تو دوسری طرف جو لڑکا Internet پر بیٹھا ہوا ہے اس کی نیّت کیا ہے، آپ کو کیا پتہ؟ اور آہستہ آہستہ بات اتنی آگے بڑھ جاتی ہے کہ تصویروں کے تبادلے شروع ہو جاتے ہیں۔ اب تصویریں دکھانا تو انتہائی بے پردگی کی بات ہے۔ اور پھر بعض جگہوں پہ رشتے بھی ہوئے ہیں۔ جیسے مَیں نے کہا کہ بڑے بھیانک نتیجے سامنے آئے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر رشتے پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ناکام بھی ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ آپ نے اگر تبلیغ ہی کرنی ہے، دعوت الی اللہ کرنی ہے تو لڑکیاں لڑکیوں کو ہی دعوت الی اللہ کریں۔ اور لڑکوں کو تبلیغ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ کام لڑکوں کے لئے چھوڑ دیں۔ کیونکہ جیسے مَیں نے پہلے بھی کہا کہ یہ ایک ایسی معاشرتی برائی ہے جس کے بہت بھیانک نتائج سامنے آرہے ہیں۔

آج تو Internet ہے۔ آج سے پہلے بھی جہاں بھی وہ عورتیں جنہوں نے غیر از جماعت مَردوں سے شادیاں کی ہیں، اب پریشانی اور پشیمانی کا اظہار کرتی ہیں اور لکھتی ہیں کہ ہمارے سے یہ غلطی ہوگئی جو غیر از جماعت سے شادی کی۔ اول تو بچے باپ کی طرف زیادہ رجحان رکھتے ہیں، غیر از جماعت باپ کی طرف، اس لئے کہ اس میں آزادی زیادہ ہے۔ اور اگر بعض بچیاں ماں کے زیر اثر کچھ نہ کچھ جماعت سے تعلق رکھ بھی رہی ہیں تو باپ مجبور کر رہا ہے کہ تمہاری شادی غیر از جماعت میں ہی ہوگی۔ تو بعض بچیاں باپوں کے خلاف آواز اٹھاتی ہیں۔ لکھتی ہیں کہ ہماری مدد کی جائے، ہم غیر از جماعت میں شادی نہیں کرنا چاہتیں لیکن اکثر مجبور بھی ہوتی ہیں۔ تو مائیں بھی اور باپ بھی اس بات پر نظر رکھیں کہ اس طرح کھلے طور پر یہ Internet کے رابطے نہیں ہونے چاہئیں۔ پیار سے سمجھائیں، آرام سے سمجھائیں۔ جو لڑکیاں شعور کی عمر کو پہنچی ہوئی ہیں خود بھی ہوش کریں ورنہ یاد رکھیں کہ آپ احمدی ماؤں کی کوکھوں سے نکلنے والے بچے غیروں کی گودوں میں دے رہی ہوں گی۔ کیوں آپ لوگ اپنے آپ پر اور اپنی نسلوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصّہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا۔ مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں۔ نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے۔ دنیاوی لذات کو اپنا محبوب بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اوّل ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی" (جو آزادی کا نعرہ لگانے والے ہیں وہ سن لیں کہ) "اخلاقی حالت درست کرو۔ اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات سے مغلوب نہ ہوسکیں تو اس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہیں۔ ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجے پر غور نہیں کرتے۔ کم از کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں کہ آیا مَردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے۔ قرآن شریف نے جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر حسب حال تعلیم دیتا ہے کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے۔ فرمایا: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ (النور: 31) کہ تُو ایمان والوں کو کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں۔ یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔ فروج سے مراد شرمگاہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سوراخ جس میں کان وغیرہ بھی شامل ہیں اور ان میں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سنا جاوے۔ پھر یاد رکھو کہ ہزار در ہزار تجارب سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے آخر کار انسان کو ان سے رکنا ہی پڑتا ہے"۔ (ملفوظات جلد چہارم۔ صفحہ 104-105۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اسی آیت کے بقیہ حصہ کی اب مَیں تشریح کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والیاں بنو۔ اس میں ایک تو پانچ وقت کی نمازوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ خود بھی نمازوں کو سنوار کر جو نماز پڑھنے کا حق ہے، اس حق کے ساتھ پڑھو، ٹھہر ٹھہر کر، غور سے ہر لفظ جو تم پڑھتے ہو اس کو سمجھو، ذہن میں ہو کہ ہم اللہ کے حضور حاضر ہیں اور اس سے کچھ مانگنے آئی ہیں۔ وہی ہے جو ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی ہے جو ہماری مشکلیں آسان کرنے والا ہے۔ وہی ہے جس نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں۔ اور یہ باتیں اپنی اولادوں کے ذہنوں میں بھی ڈالیں۔

پھر ہر وقت یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ مختلف وقتوں میں ہم نے جو نمازیں پڑھی ہیں ان کا اثر اب ہمارے ذہنوں پر ہر وقت قائم رہنا چاہئے۔ ہر کام کرتے وقت اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔ اللہ کے ذکر سے زبانیں تر رکھی جائیں۔ درود شریف پڑھا جائے کیونکہ خدا تک پہنچنے کا راستہ اب رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے ہی ہے۔ بچوں کو اس ماحول میں رکھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ سکول بھجوانے کے لئے اور ویسے بھی جب مائیں اپنے بچوں کو تیار کر رہی ہوتی ہیں اس وقت بھی ساتھ ساتھ بچوں کے لئے دعائیں کرتی جائیں۔ تو اس سے ایک تو بچوں میں بھی دعائیں کرنے کی عادت پیدا ہو جائے گی دوسرے آپ ان دعاؤں کے ذریعے سے ان بچوں کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنا رہی ہوں گی اور یہ بچے جب بھی آپ سے جدا ہوں گے، وقت گزاریں گے سکول کا یا جہاں بھی کھیلنے گئے ہیں تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں گے۔ ان دعاؤں کے حصار میں ہوں گے جو آپ ان کے لئے ہر وقت کرتی رہتی ہیں۔ پھر خاوندوں کو بھی توجہ دلائیں، نمازوں کے لئے انہیں اٹھائیں۔ خاوند کا بیوی کو نماز کے لئے اٹھانا اور بیوی کا خاوند کو نماز کے لئے اٹھانا، حدیثوں میں آیا ہے کہ اس کا دونوں کو ثواب ہوتا ہے۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ یہ دنیاوی چیزیں تو عارضی ہیں، ختم ہو جائیں گی۔ ساٹھ، ستر، اسّی سال کی عمر میں اللہ کے حضور حاضر ہونا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نیکیوں پر قائم کرے اور آپ سب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والی ہوں اور جماعت کی تعلیم پر عمل کرنے والی ہوں۔ جماعت کا وقار بلند کرنے والی ہوں اور اس اجتماع میں جو کچھ آپ نے حاصل کیا اس پر اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو عمل کرنے کی توفیق دے۔ اب دعا کرلیں۔

☆......☆......☆

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں
احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2015ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمان)

(قسط نمبر161)

قارئین الفضل کی خدمت میں ماہ دسمبر 2014ء اور جنوری 2015ء کے دوران پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت کے واقعات کا خلاصہ پیش ہے۔اللہ تعالیٰ ہر احمدی کومحض اپنے فضل سے اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور شریروں کی پکڑ کا سامان فرمائے۔آمین

جہلم میں نفرت انگیز مہم

جنوری 2015ء: یہاں کے رہنے والے ایک شرّ پسند مُلّاں ملک سلیم نے بھیرہ کے کسی مفتی سے ایک فتویٰ حاصل کر رکھا ہے جس کے مطابق جو شخص کسی احمدی سے تعلق رکھتا ہے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور وہ مسلمان نہیں رہتا۔اس نے اس فتوے کی کاپیاں پورے شہر میں تقسیم کیں۔ یہ ملّاں ویسے بھی جماعتِ احمدیہ کے خلاف مخالفت کا بازار گرم رکھتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل جیو ٹیلی وژن پر عامر لیاقت حسین کے پروگرام کے نشر ہونے کے بعد تو اسے گویا شہ ہی مل گئی ہو۔ اس شخص نے اب جہلم کے بازاروں میں جماعتِ احمدیہ کے افراد سے بائیکاٹ کی باقاعدہ ایک مہم چلا رکھی ہے۔ یہ لوگ احمدیوں کو اینٹی مسلم، گمراہ اور نہ جانے کیا کیا پکارتے ہیں!

ضلع گوجرانوالہ میں اینٹی احمدیہ کانفرنس

قیام پور ورکاں: جنوری کے مہینہ کے دوران یہاں پر جماعتِ احمدیہ کے خلاف تین جلسے کیے گئے۔ ان کی مختصر رپورٹ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

2؍جنوری 2015ء: مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے زیرِ اہتمام ایک جلسہ اہلِ سنّت والجماعت کی مسجد میں کیا گیا۔اس کانفرنس کے لئے ایک ملّاں شمس الدین کو مدعو کیا گیا تھا۔ احمدیوں نے اس کانفرنس میں متوقع دریدہ دہنی کو بھانپتے ہوئے مقامی انتظامیہ کے سامنے اس جلسہ کی بابت اپنے تحفظات کا اظہار کیا تو پولیس والوں نے اس مسجد کے ملّاں کو پولیس اسٹیشن بلا بھیجا اور اس سے تحریر لی کہ وہ اس جلسہ میں کسی بھی فرقہ کے خلاف نفرت پھیلانے کی بات نہیں کریں گے نیز یہ کہ وہ اس جلسہ کے لئے لاؤڈ سپیکر کا استعمال نہیں کریں گے۔اس کے باوجود ملّاں شمس الدین نے جماعتِ احمدیہ کے خلاف نہایت نازیبا الفاظ پر مبنی تقریر کی۔ اس نے کانفرنس کے حاضرین سے عہد لیا کہ وہ احمدیوں کا سوشل بائیکاٹ کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے حاضرین کو وہاں رہنے والی مسیحی برادری کے خلاف بھی اشتعال دلایا۔

7؍جنوری 2015ء: مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نے یہاں پر دو مختلف مقامات پر جلسے کیے۔ اس جلسے سے پہلے متعدد مقامات پر پوسٹرز آویزاں کیے گئے تھے۔ پہلا جلسہ یہاں کی جامع مسجد میں نمازِ مغرب کے بعد جبکہ دوسرا جلسہ گراؤنڈ والی مسجد میں نمازِ عشاء کے بعد ہوا۔ ان دونوں جلسوں کی صدارت مولوی عبدالکریم شیخوپوری نے کی۔ یہ دونوں جلسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر رکھے گئے تھے۔لیکن موضوع جو بھی ہو، آج کے ملّاں کا طریق تو یہی ہے کہ حاضرین کی توجہ حاصل کرنے کے لئے حضرت بانی جماعتِ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعتِ احمدیہ کے خلاف گندہ دہنی ضرور کی جاتی ہے۔ اور یہاں بھی صدرِ جلسہ نے ایسا ہی کیا۔آخر پر اس شقیّ القلب ملّاں نے تمام حاضرین سے یہ عہد لیا کہ وہ تمام احمدیوں کا سوشل بائیکاٹ کریں گے۔اس نے کہا جو کوئی بھی احمدیوں سے قطع تعلقی نہیں کرے گا یا ان سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق رکھے گا اس کا ایمان ضائع ہو جائے گا اور اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ان کانفرنسوں میں بھی لاؤڈ اسپیکر کا بے دریغ استعمال کیا گیا جو کہ قانونی طور پر ممنوع ہے۔

احمدیہ مراکز ہِٹ لسٹ پر

جماعتِ احمدیہ کی انتظامیہ کو باوثوق ذرائع سے یہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ دہشتگرد عناصر جماعتِ احمدیہ کے بزرگان اور مراکز کو ربوہ، لاہور اور راولپنڈی میں نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔انتظامیہ کو ایجنسیز کی طرف سے یہ خبر پہنچائی گئی ہے اور اسے ان سنٹرز کی حفاظت کو یقینی بنانے کا کہا گیا ہے۔

ذہنی ٹارچر

جھنگر حکیم والا، ضلع ننکانہ؛ دسمبر 2014ء: جماعتِ احمدیہ کے مخالفین یہاں پر غیر معمولی طور پر متحرّک ہو چکے ہیں اور احمدیوں کو تکالیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ایک احمدی جن کا نام بلال سیف ہے کے ساتھ پیش آنے والے چند تکلیف دہ واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۔6؍دسمبر کو بلال ایک سپورٹس کلب میں ورزش کرنے کے لئے گئے تو کچھ نوجوانوں نے جماعتِ احمدیہ کے خلاف نفرت انگیز جذبات کا اظہار کرتے ہوئے انہیں اس کلب سے باہر نکال دیا۔

۔ یہ احمدی دوست ایک کیمسٹ کے پاس دوا لینے کی غرض سے گئے تو وہاں پر موجود ختمِ نبوّت کی تحریک سے وابستہ ایک ملّاں نے انہیں گالیاں دیں اور برا بھلا کہا۔اس پر دکاندار نے انہیں دوا نہ دی اور وہاں سے چلے جانے کا کہا۔

۔ایک دفعہ یہ دوست اپنے گھر کو جا رہے تھے کہ راستے میں موٹر سائیکل سواروں نے انہیں روکا اور کہا کہ اپنی کارروائیوں سے باز آجاؤ، ورنہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

۔ایک روز یہ احمدی دوست اپنے عزیز کے ہمراہ موٹر سائیکل پر سوار کہیں جا رہے تھے کہ ختمِ نبوّت سے تعلق رکھنے والے بعض شرّ پسندوں نے انہیں واربرٹن روڈ پر پنجاب ہوٹل کے سامنے روکا اور ان سے سخت کلامی کرنا شروع کر دی۔انہوں نے ان دونوں احمدی موٹر سائیکل سواروں کو جان سے مار دینے کی دھمکیاں بھی دیں اور آئندہ یہ سڑک استعمال کرنے سے گریز کرنے کا کہا۔

ایک احمدی دوست کے ساتھ ہونے والے واقعات کا ذکر یہاں مثال کے طور پر کیا گیا ہے۔ وگرنہ تو اس علاقہ میں بسنے والے متعدد احمدیوں کے ساتھ گزشتہ چند ہفتوں میں اس قسم کے کئی واقعات ہو چکے ہیں۔ ماضی میں دیکھا گیا ہے کہ ایسے واقعات بڑھتے بڑھتے ایسی نوعیت اختیار کر گئے کہ بعض مقامات پر احمدیوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

گورنمنٹ جامعہ نصرت ربوہ پر ایک رپورٹ

لاہور، 11؍جنوری 2015ء: روزنامہ پاکستان نے ربوہ میں موجود خواتین کے کالج کی سیکیورٹی کے بارے میں ایک رپورٹ شائع کی۔ہم یہاں اس رپورٹ کا خلاصہ درج کر رہے ہیں۔ اس رپورٹ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک ایسا کالج جو بہت لمبے عرصہ سے معاشرے کی ماں کی تعلیم و تربیت کا مقدّس فریضہ سرانجام دیتا چلا آرہا ہے صرف اس لئے انتظامیہ کی بے اعتنائی کا شکار ہے کیونکہ وہ ربوہ میں واقع ہے۔

اس رپورٹ میں یہ درج کیا گیا ہے کہ یہ کالج دہشتگردوں کی ہِٹ لسٹ پر ہے جبکہ حکومتی انتظامیہ اس کالج کی سیکیورٹی کے لئے کسی قسم کے کوئی اقدامات کرنے کو تیار نہیں۔ یہاں کے چوکیدار کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ قوّتِ بصارت سے ہی محروم ہے۔اس رپورٹ کے مطابق حکومت نے سانحہ پشاور کے بعد تعلیمی ادارہ جات کی حفاظت کے لئے ایک تیرہ نکاتی حفاظتی پلان تجویز کیا تھا اور یہ ہدایت جاری کی گئی تھی کہ جب تک سپیشل برانچ اس حفاظتی پلان پر عملدرآمد کو یقینی بنا کر کسی تعلیمی ادارہ کے کھولنے کی سفارش نہ کرے، اسے نہیں کھولا جائے گا۔ربوہ میں موجود تعلیم الاسلام کالج اور گورنمنٹ جامعہ نصرت (برائے خواتین) دہشتگردوں کی ہِٹ لسٹ پر ہیں لیکن حیرانی اس امر پر ہے کہ حفاظتی انتظامات تسلّی بخش نہ ہونے کے باوجود انہیں کھول دیا گیا ہے۔ کالج کی عمارت، اس میں جھاڑیوں کی صورتحال، کالج کے دونوں اطراف میں خالی جگہ کچھ ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے (خدانخواستہ) دہشتگرد سہولت کے ساتھ اپنی کارروائی کر سکتے ہیں۔کالج میں بعض عمارتیں انتہائی خستہ حال ہیں اور کالج کی انتظامیہ کے مطابق متعلقہ افراد کو متعدد مرتبہ خطوط لکھے جا چکے ہیں اور دیگر ذرائع سے رابطہ بھی کیا گیا ہے لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی کارروائی کرنے کا خیال بھی ظاہر نہیں کیا گیا۔

اس کالج کی حفاظت کے لئے دو چوکیدار مقرر ہیں جن میں سے رات کی ڈیوٹی کرنے والا چوکیدار بصارت سے ہی محروم ہے۔ کالج میں کام کرنے والے مردوں کی پوسٹوں میں سے نوّے فیصد پوسٹیں خالی ہیں۔

جرم کا جواز!

راولپنڈی: وطنِ عزیز کے بعض علاقوں میں انتظامیہ دہشتگردی کے خلاف جاری کیے جانے والے نیشنل ایکشن پلان پر عملدرآمد بھی کروا رہی ہے۔

روزنامہ اوصاف نے اسی پسِ منظر میں ایک رپورٹ 17؍جنوری کی اشاعت میں شائع کی۔اس رپورٹ کے مطابق راولپنڈی میں پولیس نے متعدد کتاب گھروں پر چھاپے مارے اور احمدیوں کے بارے میں اشتعال انگیز لٹریچر رکھنے کے جرم میں کچھ افراد کو زیرِ حراست لے لیا۔اس پر عالمی مجلسِ تحفّظِ ختمِ نبوّت نے اپنے تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ اس لٹریچر کو رکھنا غیر قانونی نہیں ہے۔ یہ تو حکومتِ وقت کے اس فیصلہ کے تحت آتا ہے جس کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔

دو احمدیوں کو دوبارہ گرفتار کر لیا گیا

عالم گڑھ، ضلع گجرات؛ 9؍فروری 2015ء: 27؍نومبر 2014ء کو تین احمدیوں منیر احمد، فیصل شہزاد اور سلیم احمد کے خلاف C-298 کے تحت ایک مقدمہ درج کیا گیا تھا۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ مخالفینِ احمدیت نے احمدیوں کے خلاف لٹریچر علاقہ میں تقسیم کیا اور احمدیوں کی مخالفت پر مبنی بینرز علاقہ میں آویزاں کیے۔اس پر احمدیوں نے نفرت پھیلانے والے تین سرکردہ لوگوں کے خلاف ایف آئی آر درج کروادی۔ اور انتظامیہ نے ان شرّ پسندوں کو گرفتار کر لیا۔اس پر مخالف پارٹی نے شدید احتجاج کرتے ہوئے پولیس پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ حسبِ معمول اس دباؤ کو برداشت نہ کرتے ہوئے پولیس نے مذکورہ بالا تین احمدیوں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ انہیں گرفتار کیا گیا تھا لیکن 3؍دسمبر کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

ان تمام واقعات کی وجہ سے علاقہ میں امن وامان کی صورتحال میں ابتری پیدا ہوئی۔ غالبًا ملّاں کا مقصود بھی یہی ہوگا۔ پولیس نے اس پر 4 نامزد جبکہ متعدد نامعلوم افراد کے خلاف انسدادِ دہشتگردی کی شق 8 اور 9 کے تحت مقدمہ درج کر لیا۔حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ایک ناقابلِ فہم منطق کے تحت ان چار نامزد افراد میں دو احمدیوں فیصل شہزاد اور منیر احمد کا نام بھی شامل ہے۔ یہ عجیب انصاف ہے کہ زیادتی کرنے والوں کے خلاف مقدمہ کی تو سمجھ آتی ہے، لیکن جن پر زیادتی ہوئی ان کے خلاف مقدمہ کس وجہ سے درج کیا گیا، یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

(باقی آئندہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہماری جماعت کا اعلیٰ فرض ہے کہ وہ اپنے اخلاق کا تزکیہ کریں......کوئی کُتّا اور بلّی بھی ان کے احسان سے محروم نہ رہے چہ جائیکہ بنی آدم“۔

(ملفوظات جلد5 صفحہ 409)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

مکرم عبدالمنان صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 15 جنوری 2011ء میں مکرم رانا مبارک احمد صاحب کے قلم سے ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں مکرم عبدالمنان صاحب سول انجینئر کا ذکرخیر کیا گیا ہے۔

مکرم عبدالمنان صاحب 2 جون 2010ء کو طویل بیماری کے بعد لاہور میں وفات پاگئے۔ آپ 1952ء میں مکرم ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کا نام محترم میراں بخش صاحب تھا اور پڑدادا حضرت میاں نظام دین صاحبؓ تھے۔

مرحوم شروع سے ہی خاموش طبع واقع ہوئے تھے۔ تعلیمی لحاظ سے نہایت ہی قابل اور خاص طور پر حساب کے ماسٹر سمجھے جاتے تھے۔ مَرے کالج سیالکوٹ سے F.Sc. کرنے کے بعد لاہور سے انجینئرنگ کی ڈگری نمایاں کامیابی سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ ایک کمپنی میں پرائیویٹ سروس کی۔ پھر واپڈا میں بطور اسسٹنٹ انجینئر آغاز کیا اور ترقی کرتے کرتے ڈائریکٹر کے عہدہ تک پہنچے۔ اپنے کام کے ساتھ نہایت مخلص اور ایماندار تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی چھٹی نہیں کرتے تھے۔ پھیپھڑوں کی شدید تکلیف میں بھی آکسیجن کا چھوٹا سلنڈر لگا کر دفتر جاتے رہے۔

آپ اپنے دفتری ماحول میں احمدیت کا ایک نمونہ تھے۔ چند اور احمدی ملازموں کو ساتھ لے کر دفتر میں ہی نماز ظہر و عصر باجماعت ادا کرتے۔ بہت سی خوبیوں کے حامل تھے۔ آپ نہایت زیرک، معاملہ فہم، صاف گو، انتہائی محنتی، سلسلہ احمدیہ کے ساتھ بے حد مخلص اور محبت کرنے والے تھے۔ کبھی بیماری کے دوران شکوہ نہیں کیا، ہمیشہ مسکرا کر ملتے تھے۔ بچپن سے ہی جماعتی خدمات کو سعادت اور انعام سمجھا۔ لمبا عرصہ اپنے حلقہ کے سیکرٹری مال اور سیکرٹری وقف نو رہے۔ زندگی وقف کرنے کی خواہش کا بھی کئی بار اظہار کیا۔ ایک عرصہ تک انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدی آرکیٹکٹس اینڈ انجینئرز (IAAAE) لاہور چیپٹر کے نائب صدر رہے۔ ربوہ میں کئی ایک عمارتوں کی تعمیر میں بھی حصہ لیا۔ اپنی اولاد کو ہمیشہ جماعت کا وفادار رہنے اور عبادات پر قائم رہنے کی تلقین کرتے۔

آپ نے اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی پسماندگان میں چھوڑے۔ دونوں بیٹے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں جن میں ایک بیٹا عزیزم روحان احمد جامعہ احمدیہ میں زیرتعلیم ہے۔ پوری فیملی نظام وصیت میں شامل ہے اور ہر تحریک پر بڑھ چڑھ کر لبیک کہنے والی ہے۔ مرحوم نے اپنی زندگی میں ہی حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔

مکرم محمد اسلم صاحب بھروانہ شہید

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 6 جنوری 2011ء مکرم صفدر علی وڑائچ صاحب کے قلم سے مکرم محمد اسلم صاحب بھروانہ شہید کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے جو 28 مئی 2010ء کو مسجد دارالذکر لاہور میں شہید ہوئے۔

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ مکرم محمد اسلم بھروانہ صاحب سے میرا تعلق اس وقت بنا جب آپ قائد خدام الاحمدیہ علاقہ لاہور تھے اور خاکسار قائد علاقہ سرگودھا تھا۔ میں نے بھروانہ صاحب کو ایک دیہاتی درویش منش پیار کرنے والا اور دوستی کا حق ادا کرنے والا انسان پایا۔ آپ ایک بڑے سرکاری آفیسر ہونے کے باوجود عاجزی و انکساری کے لحاظ سے ایک بے نظیر انسان تھے۔ 14/اکتوبر 1992ء کو خاکسار سمیت تین احمدیوں کو ایک مخالفِ احمدیت نے قاتلانہ حملہ کرکے تین تین فائر مارے تھے جس سے ہم شدید زخمی ہوگئے۔ خدا تعالیٰ نے دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے ہم تینوں کو دوبارہ فعال زندگی عطا فرمائی۔ اس واقعہ پر مکرم محمد اسلم بھروانہ صاحب بھی عیادت کے لئے تشریف لائے اور پاس بیٹھ کر کافی دیر تک دعائیں کرتے رہے۔ جاتے وقت مجھے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے بڑی دعائیں کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس حادثہ کی کوئی پیچیدگی بھی آپ کے خدمت دین کے کاموں میں حائل نہ فرمائے۔ الحمدللہ کہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ ان کے ہاں لاہور گیا تو باتوں باتوں میں خاکسار نے دریافت کیا کہ اس سرکاری گھر کے علاوہ آپ کا ذاتی مکان بھی ہے؟ تو فرمانے لگے کہ اس کے لئے میں نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست دے رکھی ہے کہ اے اللہ مجھے اپنے زیرسایہ اپنے پاس ذاتی مکان بنادے۔ یعنی وصیت کی ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ وقف بھی منظور ہو چکا ہے۔ جب بھی حضور انور سے ملاقات ہوتی ہے تو حضور فرماتے ہیں کب آرہے ہو؟ میں کہتا ہوں حضور جب حکم دیں۔ تو حضور فرماتے ہیں بعد از ریٹائرمنٹ آئیں۔ پھر کہنے لگے کہ اب تم میرے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میرا مکان اپنے پاس بنادے۔

20 یا 21 گریڈ کے افسر تھے۔ ایک بار سرگودھا اپنے ریلوے سیلون میں پہنچے تو مجھے فون کیا۔ اور پھر میری موٹرسائیکل پر پیچھے بیٹھ کر جمعہ پڑھنے گئے۔ دارالذکر میں بھی جمعہ کے وقت ہمیشہ پہلی صف میں نظر آتے۔ عبادت سے تو عشق تھا ہی لیکن درویش منش بھی ایسے تھے کہ خدمتِ دین کے معاملہ میں کبھی اپنی افسری کو خاطر میں نہیں لائے۔

محترم سید عباس علی شاہ رضوی صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 14 جنوری 2011ء میں مکرم یوسف بقاپوری صاحب کے قلم سے مکرم سید عباس علی شاہ رضوی صاحب کا مختصر ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

محترم سید عباس علی شاہ رضوی صاحب 1909ء میں عمرکوٹ ضلع ڈیرہ غازی خان کے ایک شیعہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کوئٹہ سے حاصل کی۔ دل میں یہ تڑپ موجود تھی کہ کاش انہیں مسیح موعود کا زمانہ میسر آجاتا۔ ابھی آپ زیرتعلیم ہی تھے کہ 29-1928ء میں امیر امان اللہ خان (شاہ افغانستان) یورپ کی سیاحت کو جاتے ہوئے کوئٹہ سے گزرا تو آپ بھی سٹیشن پر اُسے دیکھنے گئے۔ لیکن امیر کے مصاحبین کی مُنڈی ہوئی داڑھیاں اور یورپین لباس دیکھ کر بہت دلبرداشتہ ہوئے۔ آپ نے خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کی ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ امام مہدی جلد ظاہر ہونے والے ہیں اور ان کے آنے سے پہلے قندھار کی طرف سے ان کی مدد کے لئے اٹھنے والی سیاہ جھنڈیوں کو امیر امان اللہ خان پر چسپاں کیا تھا۔ لیکن امیر کے مصاحبین کی حالت دیکھی تو ریلوے سٹیشن سے فوراً ہی واپس ہوسٹل پہنچے اور تنہائی میں تڑپ تڑپ کر دعا کرتے رہے کہ آپ کی خواہش پوری ہوجائے۔ بعدازاں آپ نے ایک خواب کی بنا پر 1929ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔

آپ کی شادی حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کی بڑی صاحبزادی مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ سے 1935ء میں ہوئی۔ آپ کا ایک بیٹا (مبشر احمد شاہ صاحب ریٹائرڈ چیف انجینئر حکومت پنجاب) اور دو بیٹیاں ہوئے۔

محترم سید عباس علی شاہ رضوی صاحب نے قریباً ساری عمر ڈیرہ غازی خان میں گزاری۔ اور 1959ء میں مستقل طور پر ربوہ آگئے جہاں سالہا سال تک بطور مینیجر نصرت گرلز ہائی سکول خدمات بجالاتے رہے۔ یہیں آپ نے ایم اے اسلامیات کیا۔

آپ نہایت خاموش طبیعت کے مالک تھے۔ پنجوقتہ باجماعت نماز کے پابند اور تہجدگزار تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت اور سلسلہ کی کتب کا مطالعہ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں انہیں سادہ لباس میں ہی دیکھا۔ شلوار، قمیص، چھوٹا کوٹ، ہاتھ میں چھڑی اور سر پر پگڑی باندھتے تھے۔ پیدل چلنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ ایک چھوٹا بھائی تھا وہ بھی لاولد ہوکر فوت ہوا۔

محترم رضوی صاحب کی وفات 24 مارچ 1996ء کو بعمر 87 سال ہوئی اور بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

محترم حکیم احمد صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 15 جنوری 2011ء مکرم پروفیسر محمد خالد گورایہ صاحب کے قلم سے محترم حکیم احمد صاحب معلّم اصلاح وارشاد کا ذکرخیر شائع ہوا ہے۔

محترم حکیم احمد صاحب کا زیادہ عرصہ ضلع شیخوپورہ میں گزرا۔ ہمارا تعلق جماعت اہل حدیث سے تھا اور آپ کے ساتھ ہمارا بحث و مباحثہ اکثر ہوا کرتا تھا۔ آپ ایک فدائی اور درویش صفت انسان تھے اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اگر کسی نے گاؤں میں ایک انڈہ بھی تحفہ میں دیا تو آپ اس کی قیمت لگواکر دسواں حصہ وصیت میں ادا کردیتے۔ اپنے محدود اور قلیل الاؤنس میں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صلحائے امّت، حضرت مسیح موعودؑ اور صحابہ کرام کی طرف سے چندے ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کو ہمیشہ دعوت الی اللہ اور عبادت میں مصروف دیکھا۔ آپ انتہائی دعا گو اور صاحب کشف و رؤیا انسان تھے اگرچہ اس کا اظہار نہیں کرتے تھے لیکن باتوں سے ہمیں علم ہو جاتا۔ بتایا کرتے تھے کہ اکثر مجھے وقت بتادیا جاتا ہے کہ اٹھو تین بج گئے ہیں تہجد پڑھ لو۔ اٹھ کر دیکھتے تو ہمیشہ وہی وقت ہوتا جو بتایا جاتا۔ ہمارے گھرانہ سمیت سینکڑوں سعید روحوں نے آپ کی دعا اور کوشش سے احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی۔

آپ کی دعوت الی اللہ کا طریق یہ تھا کہ جس کتاب سے اعتراض کوئی کرتا اُسی اعتراض کے سیاق و سباق کو آپ اُسے پڑھنے کے لئے مہیا کردیتے۔ پھر جب تک دوسرے کی تسلی نہ ہوتی اُس سے مسلسل رابطہ رکھتے۔ اور یہ بھی کہ اُسے دعا کی بھی تلقین کرتے کہ خدا تعالیٰ خود اُس کی راہنمائی کردے۔ چنانچہ اُن کا طریق کار آخرکار کامیاب رہتا۔ دعوت الی اللہ پر جانے کے لئے آپ کی سائیکل، پگڑی، چھتری، لٹریچر کا تھیلا ہمیشہ تیار رہتا۔ تبلیغ کے لئے ٹرین پر بھی سفر کرتے۔ جب میں نے احمدیت قبول کی تو میں اپنے والدین کے لئے پریشان تھا۔ جب میرے والد محترم نے بیعت کی تو اُن کی عمر 54 سال تھی۔ عقیدہ کی تبدیلی کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہ حکیم صاحب کی حکمت ہی تھی کہ 1966ء کے اجتماع انصاراللہ پر انہیں ربوہ لانے کے لئے چند دن ہمارے گاؤں میں ہی قیام کرلیا۔ چنانچہ اجتماع کے موقع پر ہی میرے والد صاحب نے بیعت کرلی۔

آپ کی اہلیہ بھی آپ کے کارخیر میں برابر کی شریک تھیں۔ عورتوں کی تعلیم و تربیت کرنے والی، نہایت دعاگو، قرآن کی تعلیم دینے والی بزرگ ہستی تھیں۔ ان کی اکلوتی اولاد ایک بیٹا (نعیم احمد صاحب آف جرمنی) ہے۔

کان کا موم (Ear Wax)

ہفت روزہ ''بدر'' قادیان 24 جون 2010ء میں کان کے موم کے بارہ میں مکرم ڈاکٹر عبدالماجد صاحب کا ایک معلوماتی مضمون شامل اشاعت ہے۔

کان کے آخری حصہ میں موجود ایک جھلّی سے سننے کا کام لیا جاتا ہے۔ اس کو صاف اور چکنا رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کان کے اندر ایک تیزابی مادہ پیدا کیا ہے جسے موم (Wax) کہتے ہیں۔ یہ موم کم مقدار میں ہونے کے باوجود بہت مفید شئے ہے۔ یہ قدرتی طور پر اندر سے باہر کی طرف دھکیلا جاتا ہے اور اس عمل میں یہ اپنے ساتھ مُردہ جلد، خلیات اور باہر سے داخل ہونے والی دھول کو مَیل کی شکل میں باہر پھینکتا رہتا ہے۔ بات کرنے اور چبانے کے عمل کے نتیجہ میں یہ موم خود ہی کان سے باہر کی طرف نکلتا رہتا ہے اس لئے بغیر کسی وجہ کے اس کو مکینیکل طریق پر باہر نکالنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

یہ موم Anti Biotic اور Anti Fungal ہوتا ہے یعنی چھوٹے موٹے انفیکشن یا فنگس کو خودکار طریقہ سے ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر کان کے اندر موم کی مناسب مقدار نہ رہے تو کھجلی اور بےچینی محسوس ہوتی ہے اور ساتھ ہی انفیکشن یا فنگس لگنے کے امکانات بھی بڑھ جاتے ہیں۔ اس کی کمی کی وجہ سے کان میں درد بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن اس موم کی مقدار میں زیادتی کے نتیجہ میں دھسکے والی کھانسی اور سماعت میں کمی کی شکایت پیدا ہوتی ہے۔ اکثر آلۂ سماعت کی خرابی کی وجہ یہ موم بنتا ہے۔

ہفت روزہ ''بدر'' قادیان 24 جون 2010ء میں شامل اشاعت مکرم خورشید احمد پربھاکر صاحب کی شہدائے لاہور کی یاد میں کہی جانے والی نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

اے شہید احمدیت! ہو سدا فائزالمرام
آرہے ہیں تم کو ملنے سرفروشاں تیز گام
ہے تمہارے خون سے روشن چراغ زندگی
تا ابد روشن رہے قندیل یہ دورِ تمام
احمدیت کی صداقت زیستِ سرمد ہو مُدام
قوم کی ہو زندگی عزّ و وقار و احتشام
اس دلِ مضطر کا عالم پوچھیے، مت پوچھیے
جارہا خورشید ہے یہ ہاتھ سے، لے اس کو تھام

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
April 17, 2015 – April 23, 2015

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday April 17, 2015

00:20	World News
00:40	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 213-217 with Urdu translation.
00:55	Yassarnal Quran: Lesson no. 47.
01:15	Peace Conference: Rec. March 14, 2015.
02:40	Spanish Service: Programme no. 12.
03:15	Pushto Muzakarah: Discussion about Seerat Hadhrat Musleh Ma'ood[ra].
03:55	Tarjamatul Quran Class: Surah Al-Zumar, verses 36-53. Class no.240. Rec. April 07, 1998.
04:55	Liqa Maal Arab: Session no. 46.
06:00	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 218-223 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith: The topic is 'teachings of Islam and the Holy Quran'.
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no. 48.
06:50	Girls Waqf-e-Nau Ijtema: Rec. February 28, 2015.
07:45	The Casa Loma: Lajna Imaillah Canada presents a guided tour on a majestic castle 'Casa Loma',
08:15	Rah-e-Huda: Rec. April 11, 2015.
09:50	Indonesian Service
10:55	Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 67.
11:30	Live Transmission From Baitul Futuh
12:00	Live Friday Sermon
13:00	Live Transmission From Baitul Futuh
13:35	Tilawat: Surah Al-Waaqiah, verses 11-25.
13:45	Seerat-un-Nabi: The topic is 'visiting the sick.
14:10	Yassarnal Quran: Lesson no. 48.
14:30	Shotter Shondane: Rec. July 07, 2011. Part 2.
15:40	Hijrat: Programme no. 9.
16:20	Friday Sermon [R]
17:35	Yassarnal Quran [R]
18:00	World News
18:30	Girls Waqf-e-Nau Ijtema [R]
19:20	The Casa Loma [R]
19:50	HIjrat [R]
20:25	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
21:00	Friday Sermon [R]
22:20	Rah-e-Huda: Rec. April 11, 2015.

Saturday April 18, 2015

00:00	World News
00:20	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 218-223 with Urdu translation.
00:35	Dars-e-Hadith [R]
00:45	Yassarnal Quran [R]
01:15	Girls Waqf-e-Nau Ijtema [R]
02:10	Friday Sermon: Rec. April 17, 2015.
03:20	Rahe Huda [R]
04:55	Liqa Maal Arab: Session no. 47.
06:00	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 224-230 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Malfoozat: The topic is 'seeking forgiveness'.
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 34.
07:00	Inauguration Of Jamia Ahmadiyya Germany: Rec. December 17, 2012.
08:30	International Jama'at News
09:05	Question And Answer session: Rec. September 04, 1996.
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: Rec. April 17, 2015.
12:15	Tilawat: Surah Al-Mumtahinah, verses 1-14.
12:30	Al-Tarteel: Lesson no. 34.
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:00	Shotter Shondane: Rec. February 27, 2015.
15:00	Spotlight
16:00	Live Rah-e-Huda
17:30	Al-Tarteel: Lesson no. 34.
18:00	World News
18:20	Inauguration Of Jamia Ahmadiyya Germany [R]
19:50	Faith Matters: Programme no. 167.
20:45	International Jama'at News
21:15	Rah-e-Huda [R]
22:50	Friday Sermon [R]

Sunday April 19, 2015

00:05	World News
00:20	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 224-230 with Urdu translation.
00:30	Dars-e-Malfoozat [R]
00:40	Al-Tarteel: Lesson no. 34.
01:10	Inauguration Of Jamia Ahmadiyya Germany [R]
02:45	Friday Sermon [R]
03:55	Spotlight [R]
04:50	Liqa Maal Arab: Session no, 48.
06:00	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 231-234 with Urdu translation.
06:20	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain
06:35	Yassarnal Quran: Lesson no. 48.
07:00	Bustan Waqfe-Nau: Rec. June 22, 2012 in the USA.
07:45	Faith Matters: Programme no. 167.
08:45	Question & Answer Session: Rec. May 10, 1995.
10:00	Indonesian Service
11:05	Friday Sermon: Spanish translation of Friday sermon delivered on March 21, 2014.
12:10	Tilawat: Surah As-Saff, verses 1-15.
12:20	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain [R]
12:35	Yassarnal Quran [R]
13:00	Friday Sermon: Rec. April 17, 2015.
14:10	Shotter Shondhane: Rec. February 27, 2011.
15:10	Bustan Waqfe-Nau [R]
16:00	Live Press Point
17:00	Kids Time: Programme no. 42.
17:35	Yassarnal Quran [R]
18:00	World News
18:30	Bustan Waqfe-Nau [R]
19:25	Faith Matters [R]
20:25	Roots To Branches
21:00	Press Point [R]
22:05	Friday Sermon [R]
23:15	Question And Answer Session [R]

Monday April 20, 2015

00:20	World News
00:40	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 231-234 with Urdu translation.
00:55	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain [R]
01:10	Yassarnal Quran [R]
01:35	Bustan Waqfe-Nau [R]
02:15	Roots To Branches [R]
02:50	Muslim Scientists
03:10	Friday Sermon [R]
04:15	Open Forum: The topic is 'the lesser Jihad'.
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 50.
06:00	Tilawat: Surah An-Najm, verses 1-26 with Urdu translation.
06:10	Dars-e-Majmooa Ishtihirat: The topic is 'writings and announcements made by the Promised Messiah (as)'.
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 34.
07:00	Peace Symposium: Rec. December 14, 2015.
08:30	International Jama'at News
09:05	Rencontre Avec Les Francophones: Rec. March 30, 1998.
10:05	Friday Sermon: Indonesian translation of Friday sermon delivered on December 26, 2014.
11:05	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood Qadian
11:40	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood: Prog. no. 95.
12:05	Tilawat: Surah Al-Jumu'ah, verses 1-12.
12:15	Dars-e-Majmooa Ishtihirat [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Rec. July 03, 2009.
14:00	Bangla Shomprochar: Rec. February 28, 2015.
15:00	Azeemu Shaan Inqelab
15:35	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood [R]
16:00	Rah-e-Huda: Rec. April 18, 2015.
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Peace Symposium [R]
19:55	Somali Service: Programme no. 15.
20:25	Rah-e-Huda [R]
21:55	Friday Sermon [R]
23:35	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood Qadian [R]
22:55	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood [R]

Tuesday April 21, 2015

00:00	World News
00:15	Tilawat: Surah An-Najm, verses 1-26 with Urdu translation.
00:25	Dars-e-Majmooa Ishtihirat [R]
00:45	Al-Tarteel [R]
01:15	Peace Symposium [R]
02:50	Kids time: Programme no. 42.
03:15	Friday Sermon [R]
04:15	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood Qadian [R]
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 50.
06:00	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 241-248 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Malfoozat
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no, 49.
07:00	Bustan-e-Waqfe Nau: Rec. June 23, 2012.
07:35	Alif Urdu: Programme no. 15.
08:35	Islami Mahino Ka Ta'aruf
09:00	Question & Answer Session: Rec. May 10, 1995.
10:00	Indonesian Service
11:05	Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on April 17, 2015.
12:10	Tilawat: Surah Al-Munaafiqoon, verses 1-12.
12:15	Dars-e-Malfoozat [R]
12:30	Yassarnal Quran [R]
13:00	Faith Matters: Programme no. 167.
14:00	Shotter Shondhane: Rec. February 28, 2015.
14:55	Spanish Service: Programme no. 3.
15:30	Alif Urdu: Programme no. 15.
16:00	Press Point
17:10	Noor-e-Mustafwi
17:30	Yassarnal Quran [R]
18:00	World News
18:20	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
18:55	Islami Mahino Ka Ta'aruf [R]
19:30	Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on April 17, 2015.
20:30	Alif Urdu [R]
21:00	Press Point
22:00	Faith Matters [R]
22:55	Question And Answer Session [R]

Wednesday April 22, 2015

00:00	World News
00:15	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 241-248 with Urdu translation.
00:25	Dars-e-Malfoozat [R]
00:40	Yassarnal Quran [R]
01:05	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
01:40	Islami Mahino Ka Ta'aruf [R]
02:00	Alif Urdu [R]
02:20	Springbrook [R]
02:45	Noor-e-Mustafwi [R]
04:15	Muslim Scientists [R]
03:00	Press Point [R]
04:00	Pakistan National Assembly [R]
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 52.
06:00	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 249-253 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 34.
07:00	Jalsa Salana UK Address: Rec. December 31, 2012.
08:00	Mosha'airah
09:00	Question And Answer Session: Rec. September 04, 1996.
10:00	Indonesian Service
11:05	Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on April 17, 2015.
12:10	Tilawat: Surah At-Tuqhaabun, verses 1-19.
12:25	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on July 03, 2009.
13:55	Shotter Shondane: Rec. March 01, 2015.
15:00	Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 67.
15:40	Kids Time: Programme no. 42.
16:15	Faith Matters: Programme no. 166.
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:25	Jalsa Salana UK Address [R]
19:30	French Service: Horizons d'Islam. Episode 10
20:30	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
21:05	Kids Time: Programme no. 42.
21:50	Friday Sermon [R]
22:55	Intikhab-e-Sukhan: Rec. April 11, 2015.

Thursday April 23, 2015

00:05	World News
00:25	Tilawat [R]
00:40	Al-Tarteel [R]
01:10	Jalsa Salana UK Address [R]
02:15	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
02:55	Moshaa'irah [R]
03:45	Faith Matters [R]
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 52.
06:05	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 254-258 with Urdu translation.
06:20	Dars-e-Malfoozat
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no. 49.
06:55	Inauguration Of Baitur Rahman Mosque Spain: Rec. April 3, 2013.
08:10	Beacon Of Truth: Rec. March 08, 2015.
09:10	Tarjamatul Quran Class: Rec. April 21, 1998.
10:15	Indonesian Service
11:25	Japanese Service: Programme no. 8.
12:00	Tilawat: Surah At-Talaq, verses 1-13.
12:10	Yassarnal Quran [R]
12:50	Beacon Of Truth [R]
13:55	Friday Sermon: Bengali translation of Friday sermon delivered on April 17, 2015.
15:00	Khilafat-e-Ahmadiyya Sal Bal Sal
15:30	Islami Mahino Ka Ta'aruf
15:45	Persian Service: Programme no. 24.
16:10	Tarjamatul Quran Class [R]
17:30	Yassarnal Quran [R]
17:55	World News
18:15	Inauguration Of Baitur Rahman Mosque [R]
19:30	Live German Service
20:30	Faith Matters: Programme no. 168.
21:40	Tarjamatul Quran Class [R]
22:45	Beacon Of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org
Vol 22 | Friday 17 April, 2015 | Issue No. 16

ہر احمدی کو عمومی طور پر اور عہدیداران کو خصوصی طور پر مَیں یہ کہتا ہوں کہ عاجزی دکھائیں، عاجزی دکھائیں اور اپنے اندر اور اپنی ممبرات اور اپنے ممبران کے اندر چاہے مَرد ہوں یا عورتیں عاجزی پیدا کرنے کی خاص مُہم چلائیں۔

خلافت اور نظام جماعت کے احترام کے تقاضوں، تربیت اولاد، پردہ کی اصل روح اور حقیقت کے قیام اور خوبصورت اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے سلسلہ میں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں نہایت اہم نصائح

لجنہ اماءاللہ یوکے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب فرمودہ 19/اکتوبر 2003ء بروز اتوار بمقام بیت الفتوح۔ مورڈن، لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (الاحزاب: 36)

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں مسلمان اور مومن مردوں اور عورتوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ چند خصوصیات ہیں جو مسلمان اور مومن میں ہونی چاہئیں۔ اگر یہ خصوصیات پیدا ہو جائیں تو خدا تعالیٰ تمہیں خوشخبری دیتا ہے کہ تم سے نہ صرف مغفرت کا سلوک کرے گا بلکہ اجر عظیم سے بھی نوازے گا۔ اور وہ کیا باتیں ہیں۔ وہ باتیں یہ ہیں کہ فرمانبرداری کرنے والی ہوں، سچ کو اختیار کرنے والی ہوں، سچ بولنے والی ہوں، صبر کرنے والی ہوں، عاجزی اختیار کرنے والی ہوں، صدقہ کرنے والی ہوں، روزہ دار ہوں۔ آنکھ کان منہ اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی ہوں۔ اور اللہ کا ذکر کرنے والی ہوں۔

اب یہ دیکھیں یہ ایسی باتیں ہیں اگر کسی میں پیدا ہو جائیں اور کسی معاشرہ کی اکثریت میں پیدا ہو جائیں تو ایسا خوبصورت معاشرہ جنم لے گا جس کی کوئی مثال نہیں ہوگی۔ اس بارہ میں اب مَیں کچھ مزید وضاحت کرتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ بتاؤں گا کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ مسلمان اور مومن، یہ الگ الگ کیوں کہا گیا ہے؟ اس بارہ میں خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْااللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (الحجرات:15)

یعنی بادیہ نشین، وہ لوگ جو گاؤں میں دیہاتوں میں رہتے تھے، کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن صرف اتنا کہا کرو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ جبکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

تو یہ بتا دیا کہ مسلمان ہونے میں اور مضبوط ایمان دلوں میں قائم ہونے میں بہت فرق ہے۔ مضبوط ایمان تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب تمہارا ہر عمل، ہر فعل، ہر کام جو تم کرتی ہو خدا کی رضا کی خاطر کرو۔ اللہ کا خوف اور خشیت ہر وقت تمہارے ذہن میں رہے۔ تقویٰ کی باریک سے باریک راہیں ہمیشہ تمہارے مدنظر رہیں۔ اور تم ان پہ قدم مارنے والی ہو۔ اپنے بچوں کے دلوں میں بھی ایمان اس حد تک بھر دو کہ اُن کا اوڑھنا بچھونا بھی صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہو۔ ہاں جو بڑے بڑے احکامات ہیں، فرائض ہیں، ان کو مان کر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں داخل ہو چکے ہو۔ یہ اطاعت تم کرتے رہو اس کا بھی اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”اَسْلَمْنَا ہمیشہ لاٹھی سے ہوتا ہے۔“ یعنی طاقت سے۔ جب لوگ دیکھتے ہیں کہ کثرت سے لوگ قبول کر رہے ہیں تو اس وقت قبول کر لیا جاتا ہے۔“ اور اٰمَنَّا اس وقت ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ دل میں ڈال دے۔ ایمان کے لوازم اَور ہوتے ہیں اور اسلام کے اَور۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے اس وقت ایسے لوازم پیدا کئے کہ جن سے ایمان حاصل ہو“۔

(البدر جلد 2 نمبر 19۔ 29/مئی 1903ء صفحہ 147)

پھر فرماتے ہیں: ”مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے۔ اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسدانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دُور تر لے جاتے ہیں۔“

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 103)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس اقتباس سے اس بات کی مزید وضاحت ہوگئی کہ تقویٰ کی باریک راہوں پر جب چلنے لگو تو تب سمجھا جائے گا کہ تم مومن ہو۔ اس میں سب سے پہلی چیز آپ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سب سے زیادہ ہو اور اس کے مقابلہ میں کوئی دنیاوی رشتہ، کوئی محبت روک نہ بنے۔

پھر اخلاقی برائیاں ہیں ان میں علاوہ بڑی بڑی اخلاقی برائیوں کے چھوٹی چھوٹی بھی ہیں۔ مثلاً ہمسایوں سے اچھا سلوک نہ رکھنا، آپس میں مل کر کسی کا مذاق اڑانا، استہزاء کرنا، ہنسی ٹھٹھا کرنا، اپنے بچوں سے بہت پیار کرنا اور دوسرے کے بچوں کو پرے دھکیلنا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں کہ وقت پر نماز پڑھو، بڑوں سے ادب سے پیش آؤ، چھوٹوں سے شفقت سے کرو۔ یہ یہ برائیاں ہیں یہ نہ کرنا۔ پھر یہ ہے کہ اپنے عہدیداروں کی ہر بات کو غور سے سننا اور ماننا۔ نظام جماعت کی پابندی کرنا۔ یہ اخلاقی اچھائیاں اگر پیدا ہو جائیں تو پھر نظام ترقی کرتا ہے۔

تو فرمایا کہ اگر یہ سب کام خدا کی خاطر کرو گی تو مومن کہلاؤ گی اور دن بدن ایمان مضبوط تر ہوتا جائے گا۔ اب یہ مومنانہ حالت پیدا کر لی ہے تو اس میں ایک اہم بات فرمانبرداری بھی ہے۔ اسی تعلق میں فرمایا گیا ہے کامل اطاعت اور فرمانبرداری دکھاؤ۔ اب یہ نہیں کہ فلاں عہدیدار سے، فلاں صدر سے یا فلاں عورت سے جو اس وقت سیکرٹری تربیت ہے، کیونکہ میری بنتی نہیں۔ اس نے ایک موقع پر آج سے اتنے سال پہلے مجھے لوگوں کے سامنے ٹوکا تھا یا میری بات نہیں مانی تھی یا میرے بچوں کو نماز کے وقت شرارتیں کرنے پر خاموش کیا تھا، اس لئے اب مَیں اس کی بات نہیں مانوں گی۔ یہ فرمانبرداری نہیں ہے۔ اور پھر جبکہ اتنی ضدّ آ جاتی ہے، یہاں تک کہ اب چاہے جو مرضی وہ کہے مَیں اس کی بات نہیں مانوں گی۔ ایسی عورتیں جب نظام کی اطاعت چھوڑ دیتی ہیں تو پھر چاہے عہدیدار بھی نماز میں ٹیڑھی صفوں میں کھڑی عورتوں کو تلقین کرے کہ صفیں سیدھی کر لو، آپس کے فاصلے کم کر لو، خلا کم کرو، تو اس کی بات نہیں مانتیں اور پھر ہنسی ٹھٹھے میں اس بات کو اڑا دیتی ہیں۔ تو اس کی بات نہ مان کر تم اس کی فرمانبرداری سے باہر نہیں جا رہی بلکہ نظام جماعت کے ایک کارکن کی بات نہیں مان رہی۔ اور صرف نظام جماعت کو لاپرواہی کی نظر سے نہیں دیکھ رہی بلکہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک واضح حکم کی خلاف ورزی کر رہی ہو، اس کو کم نظر سے دیکھ رہی ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھتے وقت اپنی صفوں کو سیدھا رکھو، کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمہارے درمیان شیطان آ کر کھڑا ہو جائے گا۔ تو اس طرح اس عہدیدار کی بات نہ مان کر اس کا تو کچھ ضائع نہیں ہو رہا آپ اپنے درمیان شیطان کو جگہ دے رہی ہیں۔ اس طرح سے ایک تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کر رہی ہیں۔ جبکہ دعویٰ یہ ہے کہ انسانوں میں سب سے زیادہ محبت ہمیں اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ محبت کے تقاضے تو اس طرح پورے نہیں ہوتے۔ محبت کرنے والے تو اپنے محبوب کی آنکھ کے اشارے کو بھی سمجھتے ہیں۔ وہ تو اس کے ایک ارشاد پر اپنی جانیں قربان کرنے والے ہوتے ہیں۔ کجا یہ کہ اللہ کے گھر میں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح حکم کی پابندی نہ کر رہے ہوں۔ اور یہ سمجھو کہ یہ بات یہیں ختم ہو گئی! نہیں، جب تمہارے بچے تمہارا یہ عمل دیکھیں گے وہ بھی یہی سمجھیں گے کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں سے نہ صرف کسی بھی اچھی بات کہنے والے کا احترام اٹھ جائے گا، بلکہ نظام کے کارکنوں کی اور عہدیداروں کی عزت بھی ختم ہو جائے گی۔ اور یہ سلسلہ صرف یہ نہیں کہ یہیں رُک جائے گا بلکہ اور آگے بڑھے گا اور یہ اولادیں اسلام کی خوبصورت تعلیم سے بھی پرے ہٹنے والی ہو جائیں گی۔ نام کے تو احمدی رہیں گے، ایک احمدی گھرانہ میں جو پیدا ہوئے اس لئے احمدی ہیں۔ لیکن خلافت اور نظام جماعت کا احترام کچھ نہیں رہے گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو بھی سرسری نظر سے دیکھنے والے ہوں گے۔ اور جب بھی ان کو شریعت کے بارے میں یا مذہب کے بارے میں یا جماعت کے بارے میں بتایا جائے گا، کوئی ایسی بات ہوگی، کوئی حکم دیا جائے گا، تو ایسے بچے پھر منہ پرے کر کے گزر جانے والے ہوتے ہیں، کوئی توجہ نہیں دے رہے ہوتے۔

یہاں مَیں یہ بھی واضح کر دوں کہ ایسی ماؤں کے بچے پھر ایک وقت میں ان کے ہاتھ سے بھی نکل جاتے ہیں۔ ان کے کنٹرول میں بھی نہیں رہتے۔ پھر ماؤں کو فکر ہوتی ہے کہ ہمارے بچے بگڑ گئے۔ تو ان کے بگڑنے کے ذمہ دار تو تم خود ہو۔ اگر تم چاہتی ہو تو اپنے عمل سے اپنی اولاد کو تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچا سکتی ہو۔

کل مجھے امیر صاحب کہنے لگے کہ یہاں بچوں کی

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں